جلد ۱۰ احسان ۱۳۴۸ ہش شمارہ ٦
جون ۱۹۶۹ء

تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ بدل اشتراک
پاکستان و بھارت چھ روپے
دیگر ممالک تیرہ شلنگ

فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

احسان ۱۳۴۸ھ ش

(جون ۱۹۶۹ء)

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ :- چھ روپے ٭ فی پرچہ :- ساٹھ پیسے

فہرستِ مضامین

تعلیم القرآن کی آسمانی تحریک	ایڈیٹر	۳
دنیا میں مصیبتوں اور آفات سے محفوظ رہنے کا طریق ۔	حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام	۱۰
فِدَیٰ لَکَ رُوْحِیْ یَا مُحَمَّدُ سَرْمَدًا (عربی نظم)	" " "	۱۳
من فدائے روئے تو اے دلستانِ گلعذار (فارسی نظم)	" " "	۱۴
قرآن کریم کو حرزِ جان بنانے کی اہمیت	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ	۱۵
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ کا تذکرۂ جمیل ۔	مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف	۱۷
بعث بعد الموت یا اخروی زندگی	محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ	۲۵
سائنسدانوں اور طبقات الارض کے ماہروں کا ایک اہم انتباہ ۔	ایڈیٹر	۴۲

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ٭ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

احسان ۱۳۴۸ھش

تعلیم القرآن کی آسمانی تحریک کے دورِ جدید کا آغاز

اس ضمن میں انصار اللہ کا فرض اور ان کی دو اہم ذمہ داریاں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ دنوں تعلیم القرآن کی آسمانی تحریک کے دَورِ جدید کا اعلان فرمایا ہے اور اس ضمن میں جماعتِ احمدیہ کے ہر طبقہ کو اُس کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

جہاں تک تعلیم القرآن کی تحریک کا تعلق ہے یہ ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی تحریک ہے۔ باقی تمام تحریکیں جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خلافتِ احمدیہ کی مسندِ جلیلہ پر متمکن ہونے کے بعد سے اب تک جاری فرمائی ہیں یعنی وقفِ عارضی، مجلس موصیان کا قیام، فضل عمر فاؤنڈیشن، چندہ وقفِ جدید اطفال، بھوکوں کو کھانا کھلانا، غیر اسلامی رسوم و بدعات کے خلاف جہاد، ذکر الٰہی، درود و استغفار اور بعض الہامی دعاؤں کا بالالتزام ورد وغیرہ یہ سب تحریکیں دراصل تعلیم القرآن کی بنیادی تحریک کے مختلف پہلوؤں پر ہی مشتمل ہیں۔

یہ سب تحریکات تعلیم القرآن کی بنیادی تحریک کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہوتے ہوئے نہایت درجہ اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کی اہمیت اس امر سے ہی ظاہر ہے کہ یہ تحریکات اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور اس کے منشاء کے مطابق خود اس کے مقرر کردہ خلیفہ برحق کی جاری کردہ ہیں۔ نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے القائے خاص کے تحت اپنے خلیفہ برحق سے انہیں جاری کرایا ہے بلکہ اس نے ان تحریکات کو کامیاب اور مثمر ثمرات بنانے کا خود ذمہ اُٹھایا ہے اور نہ صرف یہ کہ ذمہ اُٹھایا ہے بلکہ اپنے مقرر کردہ خلیفہ کو تعلیم القرآن کی بنیادی تحریک اور اس کے ذیل میں جاری ہونے والی تمام دیگر تحریکات کی کامیابی کی بشارت سے بھی نوازا ہے۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ نے اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی عظیم الشان بشارت سے جماعت کو آگاہ کرتے ہوئے ۵ اگست ۱۹۶۶ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا :-

"کوئی پانچ چھ ہفتہ کی بات ہے ..... ایک دن جب میری آنکھ کھلی تو میں بہت دُعاؤں میں مصروف تھا۔ اُس وقت عالم بیداری میں مَیں نے دیکھا کہ جس طرح بجلی چمکتی ہے اور زمین کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک روشن کر دیتی ہے اسی طرح ایک نور ظاہر ہوا اور اس نے زمین کو ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک ڈھانپ لیا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ اس نور کا ایک حصہ جیسے جمع ہو رہا ہے۔ پھر اس نے الفاظ کا جامہ پہنا اور ایک پُرشوکت آواز فضا میں گونجی جو اُس نور سے ہی بنی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی "بُشریٰ لکُمْ" یہ ایک بڑی بشارت تھی ..... وہ ہمارا خدا جو بڑا ہی فضل کرنے والا ہے اس نے خود اس کی تعبیر اِس طرح سمجھائی کہ گزشتہ پیر کے دن مَیں ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور تیسری رکعت کے قیام میں تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرّف میں لے لیا ہے۔ اُس وقت مجھے یہ تفہیم ہوئی کہ جو نور میں نے اُس دن دیکھا تھا وہ قرآن کا نور ہے جو تعلیم القرآن کی سکیم اور عارضی وقف کی سکیم کے ماتحت دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مہم میں برکت ڈالے گا اور انوارِ قرآنی اس طرح زمین پر محیط ہو جائیں گے جس طرح اس نور کو مَیں نے زمین پر محیط ہوتے دیکھا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک" (الفضل ۱۰ اگست ۱۹۶۶ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اِن کشوف سے جو تعلیم القرآن کی سکیم کے اعلان اور اس کے نفاذ کے بعد حضور کو دکھائے گئے جہاں تعلیم القرآن سکیم کی عظمت و اہمیت ظاہر و باہر ہے وہاں ان سے یہ امر بھی صاف عیاں ہے کہ تعلیم القرآن کی تحریک بنیادی تحریک ہے اور دوسری تمام تحریکیں اس کے

مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔

اگر دیکھا جائے تو قرآن مجید پڑھنا پڑھانا، اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو عمل کرانا وہ بنیادی غرض ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جماعتِ احمدیہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اسلام دنیا میں زوال و اضمحلال کا شکار ہی اس لئے ہوا کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں نے قرآن مجید پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ جب تک وہ قرآن پر عامل رہے اور اُن کے سینے اس کے نور سے منوّر رہے مسلمان برابر دنیا میں ترقی کرتے رہے اور جوں جوں وہ قرآن کو مہجور کی طرح چھوڑتے اور اس سے بے تعلق ہوتے چلے گئے زوال ان پر مسلط ہوتا چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آخری زمانہ میں جماعتِ احمدیہ کو قائم ہی اس لئے کیا ہے کہ تا یہ جماعت خود قرآن پر عمل پیرا ہو کر اپنے سینوں کو اس کے نور سے منوّر کرے اور نہ صرف اپنے سینوں کو اس سے منوّر کرے بلکہ دوسروں کو بھی قرآنی انوار کا اس طرح گرویدہ بنائے کہ یہ انوار رفتہ رفتہ ساری دنیا پر محیط ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جو اسلام کو دنیا میں از سرِ نو غالب کرنے کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے قرآن مجید کو لازم پکڑنے، اس کے علوم حاصل کرنے اور پھر دنیا میں اسے پھیلانے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ آپؑ نے ایک موقع پر اس امر کو کہ

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا

نہایت پُر درد لہجہ میں واضح کرتے ہوئے فرمایا :-

"جو لوگ اسلام کی بہتری اور زندگی مغربی دنیا کو قبلہ بنا کر چاہتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں۔ **قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے۔** اور ایسی کامیابی ایک خیالی امر ہے جس کی تلاش میں یہ لوگ لگے ہوئے ہیں۔ صحابہؓ کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھو۔ دیکھو انہوں نے جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور دین کو دنیا پر مقدم کیا تو وہ سب وعدے جو اللہ تعالیٰ نے اُن سے کئے تھے پورے ہو گئے۔ ابتداء میں مخالف ہنسی کرتے تھے کہ باہر آزادی سے نکل نہیں سکتے اور بادشاہی کے دعوے کرتے ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گم ہو کر وہ پایا جو صدیوں سے انکے حصہ میں نہ آیا تھا۔ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور ان ہی کی اطاعت اور پیروی میں دن رات کوشاں تھے۔ اُن لوگوں کی پیروی کسی رسم و رواج

تک میں بھی نہ کرتے تھے جن کو کفار کہتے تھے۔ جب تک اسلام اس حالت میں رہا وہ زمانہ اقبال و عروج کا رہا۔ اس میں سِرّ یہ تھا ع خدا داری چہ غم داری

مسلمانوں کی فتوحات اور کامیابیوں کی کلید بھی ایمان تھا۔ صلاح الدین کے مقابلہ پر کس قدر ہجوم ہوا تھا لیکن آخر اس پر کوئی قابو نہ پاسکا۔ اُس کی نیت اسلام کی خدمت تھی۔ غرض ایک مدت تک ایسا ہی رہا۔ جب بادشاہوں نے فسق و فجور اختیار کیا پھر اللہ تعالیٰ کا غضب ٹوٹ پڑا اور رفتہ رفتہ الیا زوال آیا جس کو اب تم دیکھ رہے ہو۔ اب اس مرض کی جو تشخیص کی جاتی ہے ہم اس کے مخالف ہیں۔ ہمارے نزدیک اس تشخیص پر جو علاج کیا جاوے گا وہ زیادہ خطرناک اور مضر ثابت ہو گا۔ جب تک مسلمانوں کا رجوع قرآن شریف کی طرف نہ ہو گا اُن میں وہ ایمان پیدا نہ ہو گا یہ تندرست نہ ہوں گے۔ عزت اور عروج اُسی راہ سے آئے گا جس راہ سے پہلے آیا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

پھر اسی طرح حضور علیہ السلام نے ۲ ستمبر ۱۹۰۴ء کو بمقام لاہور خاص طور پر مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"مَیں اس وقت دوسرے لوگوں کو جو مسلمان نہیں ہیں الگ رکھ کر صرف ان لوگوں کے متعلق کچھ کہوں گا جو مسلمان ہیں اور انہی سے خطاب کروں گا۔ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا۔

یاد رکھو قرآن شریف برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ اُن لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے، یہ لوگ تو بہت دُور پڑے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کی کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں اُن کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّٰی اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض

کے واسطے اکسیر اور شفا ہے۔ یہ علم اُس کو یقینی ہے لیکن باوجود اِس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہیئے تھا کہ وہ اس چشمہ پر مُنہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اس کے لطف اور شفا بخش پانی سے حظ اُٹھاتا۔ مگر وہ باوجود علم کے اس سے ایسا ہی دُور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اُس وقت تک اُس سے دُور رہتا ہے جو موت آکر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اِس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہیئے مگر نہیں، اس کی پرواہ نہیں کی جاتی ......

مسلمانوں کو چاہیئے تھا اور اب بھی ان کے لئے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمہ کو عظیم الشان نعمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اس پر عمل کریں اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح ان کی مصیبتوں اور مشکلات کو دُور کر دیتا ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اس پر چل کر فائدہ اُٹھائیں۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲)

یہ واضح فرمانے کے ساتھ ساتھ کہ تمام ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید قرآن ہے اور یہ کہ اسلام کی سربلندی و سرفرازی اور مسلمانوں کی فلاح و نجاح قرآن پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ وابستہ ہے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کی قرآن مجید کا بغور مطالعہ کرنے، اس کے علوم سے آگاہ ہونے اور کمال درجہ محبت و عقیدت کے رنگ میں اس پر عمل پیرا ہونے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدّم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری

ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے ...... اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی۔ قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔" (کشتی نوح ص۳۶، ۲۷)

نیز حضور علیہ السلام نے قرآن کو تدبر کے ساتھ پڑھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہوئے قرآن مجید کی عظمت و اہمیت کو واضح کرتے ہوئے مزید فرمایا:-

"جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدّم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدّم رکھا جائے گا۔ نوعِ انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔" (کشتی نوح ص۱۳)

قرآنِ مجید کی عظمت و شان، جملہ کتبِ سماوی میں اس کے رفیع الشان مقام نیز قرآن کو تدبّر کے ساتھ پڑھنے اور اس کے علوم و معارف سے آگاہ ہونے، اور کمال درجہ محبّت و عقیدت کے رنگ میں اس کے جملہ احکام پر عمل پیرا ہونے سے متعلق حضور علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشادات سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی جاری فرمودہ تعلیم القرآن تحریک کی عظمت و اہمیت اور اس کی بنیادی افادیت اس درجہ اظہر من الشمس ہے کہ اس بارہ میں مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ ہمارا ایک ہی فرض ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم حضور ایدہ اللہ کی جاری فرمودہ تحریک کی عظمت و اہمیت اور اس کی بنیادی افادیت کا پُورا پُورا احساس کرتے ہوئے اِس تحریک کے دَورِ جدید میں اس پر پہلے سے بھی بڑھ کر جذبہ و جوش اور اخلاص و فدائیت کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے قرآن مجید پڑھنے پڑھانے اور اس کا ترجمہ و تفسیر سیکھنے سکھانے میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ ہمارے آسمان پر عزّت پانے اور آسمان پر مقدّم رکھے جانے کی یہی راہ ہے۔ اور یہی وہ راہ ہے جس سے اسلام دُنیا میں غالب آئے گا اور خدائی وعدوں کے بموجب آئے گا بھی بہت جلد۔

حضور ایدہ نے اپنے خطبۂ جمعہ فرمودہ ۴ ماہِ شہادت ۱۳۴۸ھش میں تعلیم القرآن کے دَورِ جدید میں ہر

طبقہ جماعت کو اُن کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہم اپنی معروضات کو حضور کے خطبہ جمعہ کے اُس اقتباس پر ختم کرتے ہیں جس میں حضور نے علی الخصوص انصاراللہ کو مخاطب فرما کر انہیں اُن کی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

"انصاراللہ کو آج مَیں کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم کی تعلیم کے سلسلہ میں آپ پر دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک ذمہ داری تو خود قرآن کریم سیکھنے کی ہے اور ایک ذمہ داری اُن لوگوں (مردوں اور عورتوں) کو قرآن کریم سکھانے کی آپ پر عائد ہوتی ہے کہ جن کے آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق راعی بنائے گئے ہیں۔ آپ اِن دو ذمہ داریوں کو سمجھیں اور جلد تر ان کی طرف متوجہ ہوں۔ ہر رکن انصاراللہ کا فرض ہے کہ وہ اِس بات کی ذمہ داری اُٹھائے کہ اسکے گھر میں اسکے بیوی اور بچے یا اور ایسے احمدی کہ جن کا خدا کی نگاہ میں وہ راعی ہے قرآن کریم پڑھتے ہوں۔"

انصاراللہ کا فرض ہے کہ ان کے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ نے ان پر جو دو ذمہ داریاں عائد کی ہیں وہ انہیں کما حقہ ادا کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھیں۔ مجالس انصاراللہ کا ہر رکن نہ صرف خود قرآن علوم قرآنی کے حصول میں ہمہ تن مصروف رہے بلکہ اِس امر کا بھی خاطر خواہ انتظام اور نگرانی کرے کہ اس کے گھر کا ایک ایک فرد خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا، قرآن مجید پڑھنے اور اس کا ترجمہ و تفسیر سیکھنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ قرآن مجید کو تدبر سے پڑھے بغیر، قرآنی علوم سے آگاہ ہوئے بغیر، قرآن سے دل و جان کے ساتھ محبت کئے بغیر، قرآن پر عمل پیرا ہوتے بغیر اور قرآنی انوار سے اپنے سینوں کو منوّر کئے بغیر ہم غلبۂ اسلام اور قرآنی انوار کے رُوئے زمین پر محیط ہونے کے خدائی وعدوں کے ظہور میں حصہ دار نہیں بن سکتے۔ جیسا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات میں متعدد بار واضح فرمایا ہے ان خدائی وعدوں کے پُورا ہونے کا زمانہ اب قریب آگیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے بعض اپنی سُستی اور غفلت کے نتیجہ میں ان لوگوں میں شمار کئے جانے سے محروم قرار پائیں جن کے حق میں یہ وعدے قریب مستقبل میں پُورے ہونے مقدر ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ذمہ داریاں سمجھنے اور انہیں پُورے طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین ٭

کلماتُ طیّباتُ حضرت مسیح موعودُ عَلَیہِ السّلام

دُنیا میں مصیبتوں اور آفات سے بچنے اور محفوظ رہنے کا طریق

اگر بیعتِ توبہ پر قائم رہو گے تو خدا تم کو ہر ایک بلا سے بچائے گا

قرآن بہت پڑھو، نمازیں ادا کرو، عورتوں کو سمجھاؤ اور بچوں کو نصیحت کرو

۶ مارچ ۱۹۰۳ء کو مسجد اقصیٰ میں نمازِ جمعہ کے بعد گرد و نواح سے آئے ہوئے چند آدمیوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی حضور علیہ السلام نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

"جب آدمی توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے پہلے گناہ بخش دیتا ہے۔ قرآن میں یہ اس کا وعدہ ہے۔ ہر طرح کے دُکھ انسان کو دنیا میں ملتے ہیں مگر جب خدا کا فضل ہوتا ہے تو ان سب بلاؤں سے انسان بچتا ہے۔ اس لئے اگر تم لوگ اپنے وعدہ کے موافق اس پر قائم رہو گے تو وہ تم کو ہر ایک بلا سے بچائیگا۔ نماز میں پکے رہو۔ جو مسلمان ہو کر نماز نہیں ادا کرتا وہ بے ایمان ہے۔ اگر وہ نماز ادا نہیں کرتا اور بے ایمان ہے تو بتلاؤ ایک ہندو میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ زمینداروں کا دستور ہے کہ ذرا ذرا سے عذر پر نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ کپڑوں کے میلا ہونے کا بہانہ کر دیتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس اور کپڑے نہ ہوں تو اسی میں نماز پڑھ لیں اور جب دوسرا کپڑا مل جاوے تو اس کو بدل دے۔ اسی طرح اگر غسل کرنے کی ضرورت ہو اور بیمار ہو تو تیمم کر لے۔ خدا نے ہر ایک قسم کی آسانی کر دی ہے تاکہ قیامت میں کسی کو عذر نہ ہو۔

اب ہم مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ شطرنج گنجفہ وغیرہ بیہودہ باتوں میں وقت گذارتے ہیں۔ ان کو یہ خیال تک نہیں آتا کہ اگر ہم ایک گھنٹہ نماز میں گذار دیں گے تو کیا حرج ہو گا۔ سچے آدمی کو خدا مصیبت سے بچاتا ہے۔ اگر پتھر بھی برسیں تو بھی اسے ضرور بچاوے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو سچے اور جھوٹے میں کیا فرق ہو سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھو صرف ٹکریں مارنے سے خدا راضی نہیں ہوتا۔ کیا دنیا میں اور کیا دین میں

جب تک پوری بات نہ ہو فائدہ نہیں ہؤا کرتا۔ جیسے مَیں نے کئی بار بیان کیا ہے کہ روٹی اور پانی سیر ہو کر نہ کھائے پیئے تو وہ کیسے بچ سکتا ہے؟ عذابِ الٰہی سے بچنے کے لئے فقط زبانی اقرار ہی کافی نہیں اور نہ ادھوری نمازیں کافی ہو سکتی ہیں۔ بھلا ایک شخص جس کو پیاس شدّت کی لگی ہوئی ہو کیا ایک قطرہ پانی سے وہ اپنی پیاس بجھا سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ اسی طرح پر کوئی شخص ادھوری اور ناقص نمازوں سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتا۔ پس اپنی نمازوں کو درست کرو، ہر ایک قسم کی شکایت، گلہ، غیبت، جھوٹ، افترا، بدنظری وغیرہ سے اپنے تئیں بچائے رکھو۔

جو بات طاقت سے باہر ہے وہ تو خدا معاف کر دے گا مگر جو طاقت کے اندر ہے اس سے مواخذہ ہوگا۔ جب انسان نیک بنتا ہے تو اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے خدا کی رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں۔ سچا مومن ولی کہلاتا ہے اور اس کی برکت اس کے گھر اور اس کے شہر میں ہوتی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے وہ نجاست کھاتا ہے۔ اگر انسان بدی کو خدا کے خوف سے چھوڑ دے تو خدا اس کی جگہ نیک بدلہ اسے دیتا ہے۔ مثلاً ایک چور اگر چوری کرتا ہے اور وہ چوری کو چھوڑ دے تو پھر خدا اس کی وجۂ معاش حلال طور سے کر دیگا۔ اسی طرح زمینداروں میں پانی وغیرہ چرانے کا دستور ہوتا ہے اگر وہ چھوڑ دیں تو خدا اُن کی کھیتی میں دوسری طرف سے برکت دے گا۔ ایک نیک متقی زمیندار کے واسطے خدا تعالیٰ بادل کا ٹکڑا بھیج دیا کرتا ہے اور اس کے طفیل دوسرے کھیت بھی سیراب ہو جاتے ہیں۔ خدا کو چھوڑ کر بدی اور گند میں رہنا صرف خدا کی نافرمانی ہی نہیں بلکہ اس میں خدا تعالیٰ پر ایمان میں بھی شک ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ چور جب چوری کرتا ہے تو ایمان اس میں نہیں ہوتا، اور زانی جب زنا کرتا ہے تو ایمان اس میں نہیں ہوتا۔

یاد رکھو کہ وسوسے جو بلاارادہ دل میں پیدا ہوتے ہیں ان پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ جب پکّی نیت انسان کسی کام کی کرے تو اللہ تعالیٰ مواخذہ کرتا ہے۔ اچھا آدمی وہی ہے جو دل کو ان باتوں سے ہٹا دے، ہر ایک عضو کے گناہوں سے بچے، ہاتھ سے کوئی بدی کا کام نہ کرے، کان سے کوئی بُری بات چغلی غیبت گلہ وغیرہ نہ سُنے، آنکھ سے محرمات پر نظر نہ ڈالے، پاؤں سے کسی گناہ کی جگہ چل کر نہ جاوے۔

بار بار مَیں کہتا ہوں کہ تم لوگ طاعون سے بے خوف نہ ہو اور یہ نہ سمجھو کہ اب اس کا دَورہ ختم ہو گیا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم کو کیوں نہیں آتی اور وہ بدی پر مُصر ہیں ان کو وہ ضرور پکڑیگی۔

اس کا دستور ہے کہ اوّل دُور دُور رہتی ہے۔ اب دیکھو مکہ میں قحط بھی پڑا، وبا بھی آئی لیکن ابوجہل کا بال بھی بیکا نہ ہوُا حالانکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ چودہ برس تک اسے خدا تعالیٰ نے اِس سار کھا کہ سردرد تک نہ ہوُا۔ آخر وہاں ہی قتل ہوُا جہاں پیغمبر خدا نے اس کا نشان بتایا تھا۔ اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ سب کام پردے میں کرتا ہے۔ اگر وہ قہری تجلّی ایک دن دکھا دے تو سب ہندو وغیرہ مسلمان ہو جاویں۔ تم میں سے کوئی تکبّر اور غرور سے یہ نہ کہے کہ مجھے طاعون نہیں آتی۔ خدا تعالےٰ شریروں کو اس لئے مہلت دیتا ہے کہ شاید باز آ جاویں اور ہدایت ہو۔

جو لوگ یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ اگر خدا ہے تو ہم کو ہمارے گناہوں کے بدلے کیوں عذاب نہیں دیتا اور نہیں پکڑتا وہ دلیری کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے کام آہستہ اور پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اگر وہ قہری تجلّی کرے تو ایک لحظہ میں تباہ کر دے۔ دُنیا میں بھی سارے کام تدریجی ہوتے ہیں۔ اگر ایک شخص گڑ یا ریوڑیاں تقسیم کرے تو یکدم سب کو نہیں دے دیتا بلکہ ایک ایک کرکے۔ ایسا ہی خدا تعالےٰ کا حال ہے۔ پہلے وہ دُور دُور بلائیں بھیجتا ہے تاکہ بعض سعید الفطرت لوگوں کو جو شامت اعمال میں گرفتار ہو گئے ہیں توبہ و استغفار کا موقع ملے۔ وہ بچ جاتے ہیں اور شریر پکڑے جاتے ہیں۔

آج تم لوگوں نے توبہ کی ہے۔ اگر سچے دل سے کی ہے تو پہلے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ اب اِس وقت سے پھر نیا حساب کتاب شروع ہو گا۔ فرشتوں کو حکم ہوُا ہے کہ تمہارے گزشتہ اعمال نامے سب چاک کر دیں۔ اور تم نے اب ایک نیا جنم لیا ہے۔ یاد رکھو کہ جیسے ایک آقا نے اپنے غلام کے بہت سے گناہ معاف کر دیئے ہوں اور اُسے تاکید ہو کہ اب کروگے تو سخت سزا ہوگی، پھر اگر وہ کوئی قصور کرے تو اُسے (آقا کو) سخت غصہ آتا ہے۔ ایسا ہی حال خدا تعالےٰ کا ہے۔ خدا قہّار ہے۔ اگر اس کے بعد کوئی باز نہ آیا تو اُس کا غضب بھڑکے گا۔ جیسے وہ ستّار ہے ویسا ہی منتقم اور غیور بھی ہے۔ قرآن کو بہت پڑھو، نمازوں کو ادا کرو، عورتوں کو سمجھاؤ، بچّوں کو نصیحت کرو۔ کوئی عمل اور بدعت ایسی نہ کرو جس سے خدا تعالےٰ ناراض ہو۔ اگر ایسا کروگے تو خدا تعالےٰ تم میں اور دوسرے لوگوں میں فرق کرکے دکھلا دے گا۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحات ۱۷۹ تا ۱۸۲)

عربی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فِدًى لَّكَ رُوْحِيْ يَا مُحَمَّدُ سَرْمَدًا

(اے محمدؐ میری جان تجھ پر فدا ہو)

وَهٰذَا مِنَ النُّوْرِ الَّذِيْ هُوَ اَحْمَدُ   فِدًى لَّكَ رُوْحِيْ يَا مُحَمَّدُ سَرْمَدًا

یہ سب روحانی انقلاب سرزمینِ عرب میں اُس نور کی برکت سے رونما ہوا جو احمدؐ ہے۔ اے محمدؐ میری جان تجھ پر فدا ہو

اُمِرْتَ مِنَ اللّٰهِ الَّذِيْ كَانَ مُرْشِدًا   فَاَحْرَقْتَ بِدْعَاتٍ وَّقَوَّمْتَ مَرْصَدًا

آپؐ نے تو خدائے ہادیٔ برحق کی طرف سے مامور ہو کر بدعتوں کو جلا دیا اور راہ کو سیدھا کر دکھایا۔

وَجِئْتَ لِتَنْجِيَةِ الْاَنَامِ مِنَ الْهَوٰى   فَوَاهًا لِّمُنْجٍ خَلَّصَ الْخَلْقَ مِنْ تَرَدٰى

آپؐ لوگوں کو خواہشاتِ نفس سے چھڑانے آئے۔ پس آفرین ایسے منجّی پر جس نے دُنیا کو ہلاکت سے بچا لیا

وَتَوَرَّمَتْ قَدَمَاكَ لِلّٰهِ قَائِمًا   وَمِثْلُكَ رَجُلًا مَّا سَمِعْنَا تَعَبُّدًا

آپؐ کے پاؤں خدا کی عبادت میں کھڑے کھڑے متورّم ہوئے۔ آپؐ جیسا عابد ہم نے کوئی نہیں سُنا۔

جَذَبْتَ اِلَى الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ بِقُوَّةٍ   وَمَا ضَاعَتِ الدُّنْيَا اِذَا الدِّيْنُ شُيِّدَا

آپؐ نے بڑے زور سے لوگوں کو دینِ قویم کی طرف کھینچا اور جب دین کی عمارت پختہ ہو تو دنیا بھی ہاتھ سے نہیں جاتی

وَاَرْسَلَكَ الْبَارِيْ بِاٰيَاتِ فَضْلِهٖ   لِكَيْ تُنْقِذَ الْاِسْلَامَ مِنْ فِتَنِ الْعِدَا

خدا نے آپؐ کو اپنے فضل کے نشانوں کے ساتھ بھیجا تاکہ آپؐ اسلام کو دشمنوں کے فتنوں سے بچائیں۔

يُحِبُّ جَنَانِيْ كُلَّ اَرْضٍ وَّطِئْتَهَا   فَيَا لَيْتَ لِيْ كَانَتْ بِلَادُكَ مَوْلِدًا

میرا دل ہر اُس زمین سے پیار کرتا ہے جس پر آپؐ نے قدم رکھے۔ کاش آپؐ کا وطن ہی میرا زادبوم ہوتا

(کرامات الصادقین)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

من فدائے رُوئے تو اے دلستانِ گلعذار

(اے پھول سے رخساروں والے محبوب مَیں آپؐ کے مُنہ کا فدائی ہوں)

یا نبی اللہ! جہاں تاریک شد از کفر و شرک　　　وقت آں آمد کہ بنمائی رُخِ خورشید وار

اے نبی اللہ! کفر اور شرک سے دُنیا اندھیر ہو گئی۔ اب وقت آگیا ہے کہ آپؐ اپنا سورج کی مانند چہرہ ظاہر کریں۔

بینم انوارِ خدا در رُوئے تو اے دلبرم　　　مستِ عشقِ رُوئے تو بینم دلِ ہر ہوشیار

اے میرے دلبر! مَیں انوارِ الٰہی آپؐ کے چہرہ پر دیکھتا ہوں۔ اور ہر عقلمند دل کو آپؐ کے چہرہ کے عشق میں سرشار پاتا ہوں۔

اہلِ دل فہمند قدرت عارفاں دانند حال　　　از دو چشمِ شپّراں پنہاں خورِ نصف النہار

صاحبِ دل آپؐ کی قدر پہچانتے ہیں اور عارف آپ کا حال۔ لیکن چمگادڑوں کی آنکھ سے دو پہر کا سورج چھپا ہوا ہے۔

ہر کسے دارد سرے با دلبرے اندر جہاں　　　من فدائے رُوئے تو اے دلستانِ گلعذار

ہر شخص اس دُنیا میں کسی نہ کسی محبوب سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر مَیں اے پھول سے رُخساروں والے محبوب آپؐ کے مُنہ کا فدائی ہوں

از ہمہ عالَم دل اندر رُوئے خوبت بستہ ام　　　بر وجودِ خویشتن کردم وجودت اختیار

سارا جہان چھوڑ کر مَیں نے آپؐ کے حسین چہرہ سے دل لگایا ہے اور اپنے نفس پر آپؐ کے نفس کو اختیار کر لیا ہے۔

زندگانی چیست جاں کردن براہِ تو فدا　　　رستگاری چیست در بندِ تو بودن صید وار

زندگی کیا ہے؟ یہی کہ آپؐ کی راہ میں جان کا قربان ہو جانا۔ آزادی کیا ہے؟ یہی کہ آپؐ کی قید میں شکار بن کر رہنا۔

تا وجودم ہست خواہد بود عشقت در دلم　　　تا دلم دورانِ خوں دارد بہ تو دارد مدار

جب تک میرا وجود باقی ہے آپؐ کا عشق میرے دل میں رہے گا۔ جب تک میرے دل میں خون دَورہ کرتا ہے تب تک اس کا دارومدار آپ ہی پر ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

قرآن کریم کو حرزِ جان بنانے کی اہمیت

(سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

جب ہم تاریخِ اسلام کی ورق گردانی کرتے ہیں اور مسلم ممالک اور اقوام کے عروج و زوال، ترقی و تنزل اور ان کی تہذیب اور ان کی وحشت کی داستانیں ہمارے سامنے آتی ہیں تو ہم پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں نے جب بھی عروج و ترقی کی، تہذیب کی رفعتوں تک پہنچے، تو یہ ارفع مقام انہیں اِتباعِ قرآن ہی کے نتیجہ میں ملا۔ اور جب کبھی انہوں نے قرآن اور اس کی اعلیٰ و ارفع تعلیم کو پسِ پشت ڈال دیا، اس سے مُنہ موڑ لیا، اس سے بے رُخی برتی، اس سے دُوری اور بے تعلقی اختیار کی اور اسے ناقابلِ عمل سمجھتے ہوئے مہجور قرار دیا، تو وہ قعرِ مذلّت میں جا گرے۔

اس کے برعکس جب انہوں نے قرآن کریم کو حرزِ جان بنایا اور اس کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھا، قرآن کریم کے نُور سے منوّر ہو کر اور اس کے خادم بن کر میدانِ عمل میں اُترے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی ترقیات سے نوازا اور ایسی رفعتیں انہیں عطا کیں کہ وہ دنیا کے معلّم و استاد بھی بنے، دنیا کے وہ ہادی و رہنما بھی ہوئے، دنیا کے وہ محسن بھی ٹھہرے۔ خدائے رَزَّاقؔ سے تعلق پیدا کر کے اَلْحَفِیْظ اور اَلْعَلِیْم کی صفات کا مظہر بنے اور عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ انہیں مقرر کیا گیا اور زمین کی پیداوار کی تقسیم ان کے سپرد کی گئی اور ایک دنیا نے ان سے بھیک مانگی اور ایک جہان کو انہوں نے سیر کیا۔ ان کے دامن دُنیا داروں کے سامنے کبھی نہ پھیلے، نہ وہ دنیوی طاقتوں کے سامنے کبھی جُھکے نہ ان سے مرعوب ہوئے اور نہ وہ کبھی ان کے زیرِ احسان آئے۔

لیکن مسلم اقوام نے جب قرآن کریم اور اس کی تعلیم کو طاقِ نسیان کی زینت اور قُرْاٰنًا مَّهْجُوْرًا بنا دیا اور اپنی ناقص اور غافل عقلوں کو آسمانی نور سے بہتر جانا، تو نورِ علم، نورِ فراست اور نورِ فطرت ان سے چھین لیا گیا۔ روحانی علوم و انوار کا تو ذکر کیا دنیوی علوم میں بھی انہیں غیروں سے بھیک مانگنی پڑی۔ جب رزّاقِ حقیقی سے انہوں نے اپنا رشتہ توڑ لیا تو حسناتِ دنیا بھی ان سے چھین لی گئیں اور ہم نے دیکھا کہ للچائی ہوئی نظروں سے وہ دنیا اور دنیا داروں کو تک رہے تھے۔

مسلمانوں کی تاریخ ایسے حقائق سے بھری ہوئی ہے۔ اس تاریخ کے بہت سے باب جہاں سنہری حروف سے لکھے نظر آتے ہیں وہاں وہ باب بھی تو ہمارے سامنے آتے ہیں جنہیں پڑھ کر ہماری گردنیں جُھک

جاتی ہیں۔ تاریخ کے اِن ابواب سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مسلم اقوام میں سے کس قوم نے کس زمانہ میں قرآن کریم اور اسکی تعلیم کو اس کا حقیقی مقام دیا اور وہ درجہ دیا جو اسے دیا جانا چاہیئے تھا اور کس قوم نے کس زمانہ میں قرآن کریم اور اس کی تعلیم کو بھلا دیا اور پھر دنیا میں ان کے لئے عزت اور پناہ کا کوئی مقام بھی باقی نہ رہا۔

پس جماعتِ احمدیہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ محض بیعت کر لینا، محض احمدیت میں داخل ہو جانا، محض احمدیت کا لیبل اپنے اوپر لگا لینا کافی نہیں۔ جب تک ہم پُورے کے پُورے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں داخل نہیں ہو جاتے، جبتک ہم اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ کا صحیح نمونہ اپنے خدا اور خدا کی بنائی ہوئی دنیا کے سامنے پیش نہیں کرتے، جبتک ہم قرآن کریم کے تمام اوامر و نواہی کی عزت نہیں کرتے ان کے آگے نہیں جھکتے اور جن باتوں سے ہمیں روکا گیا ہے ان سے باز نہیں آتے اور جن چیزوں کے کرنے کی ہمیں تلقین کی جاتی ہے وہ ہم بجا نہیں لاتے اسوقت تک ہم اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں کے وارث نہیں ہو سکتے جن فضلوں کا وارث وہ انسان ہوتا ہے جو قرآن کریم کے نُور سے منوّر ہوتا ہے اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کرنے والا ہوتا ہے اور قرآن کریم کا کامل متّبع ہوتا ہے اور قرآن کریم کا سچا خدمت گزار ہوتا ہے محض احمدی کہلانا محض احمدیت کی طرف منسوب ہونا ہمارے لئے کافی نہیں۔ اسی لئے مَیں اپنے متعدد خطبات میں اس سے پہلے بھی جماعت کو اِس طرف متوجہ کر چکا ہوں کہ پُوری ہمّت کیساتھ اور پُوری توجہ کیساتھ قرآن کریم کے سیکھنے اور سکھانے اور اس پر عمل کرنیکا انتظام تمام جماعتوں کے اندر کیا جانا چاہیئے۔ قرآن کریم کے بغیر، قرآن کریم کی برکات کو چھوڑ کر، قرآن کریم کے نور سے پیٹھ پھیرتے ہوئے، قرآن کریم کو معزز نہ جان کر اپنے دلوں سے باہر نکال پھینکتے ہوئے ہم خدا کی نگاہ میں کوئی عزت، کوئی رفعت، کوئی کامیابی، کوئی کامرانی اور کوئی فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ ....

اِس لئے مَیں جماعت کے بھائیوں اور بہنوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ صرف احمدی کہلانا یا بیعت کر لینا کافی نہیں بلکہ آپ کا فرض ہے کہ قرآن کریم کی اور اسلام کی دنیا میں عزت قائم کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بلند کرنیوالے ہوں لیکن یہ کام ہرگز نہیں ہو سکے گا جب تک کہ دل میں اس کی محبت نہ ہو، جب تک کہ قرآن پاک کا علم آپ کو حاصل نہ ہو، جب تک کہ آپ کما حقہٗ اسکو سمجھنے والے نہ ہوں اور جب تک ہمیشہ اس کے متعلق غور و فکر کرنیوالے نہ ہوں۔

پس جب تک آپ قرآن کریم کی عزت کو دُنیا میں قائم کرنیکی کوشش نہیں کریں گے مَیں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بھی اور دنیا کی نگاہ میں بھی کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر آپنے اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرنا ہے اور اگر آپنے اُس غرض کو جس کے لئے یہ جماعت قائم کی گئی ہے حاصل کرنا ہے تو ضروری ہے کہ آپ قرآن کریم سے پیار کرنیوالے ہوں اس طرح کہ اسکے تمام احکام پر عمل کرنیوالے ہوں، قرآن کریم کی عزت کرنیوالے ہوں۔ قرآن کریم کے نور سے خود بھی منور ہوں اور پھر اس نور کی دنیا میں اشاعت بھی کریں۔

خدا تعالیٰ ہمیں صحیح معنی میں حقیقی احمدی بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین"۔　(الفضل ۱۷ راگست ۱۹۶۶ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و کردار اور اخلاق فاضلہ کا تذکرۂ جمیل

اپنے اصحاب سے حضورؑ کا ماں باپ سے بڑھ کر مشفقانہ سلوک

(مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف۔ ربوہ)

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

کہ اُس وقت تک کسی مسلمان کا دعویٰ ایمان ہی عبث ہے جب تک رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اُسے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

حضورؐ کے اِس ارشاد سے استدلال کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انبیاء کے منصب اور حقیقی ایمان کا تقاضا ہے کہ ایک مومن سب سے زیادہ ان کو محبوب رکھے۔ اور سیرتِ صحابہؓ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی شیوہ تھا۔

ابوہریرہؓ نے جب درِ محبوبؐ پر دُھونی رمائی تو سوائے موت کے کوئی چیز اُنہیں وہاں سے جدا نہ کرسکی۔ مَیں یہ کیا کہہ گیا؟ نہیں! نہیں!! موت بھی اُن سے وہ دَر نہ چھڑا سکی۔ وہ فاقوں پر فاقے سہتے لیکن وہاں سے ایک لحظہ کے لئے بھی جُدا نہ ہوتے کہ مبادا صحبت سے کسی لمحے سے محروم ہو جاؤں۔ بلالؓ آئے تو اسی دَر کے دیوانے ہو کر رہ گئے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ ابوہریرہؓ نے ایک حدیث بیان کرتے وقت جب یہ کہا۔ اس گھر والے نے مجھے فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی طرف اشارہ ہی کیا تھا کہ رو رو کر گھگھی بندھ گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بلالؓ کی زبان سے شدّتِ جذبات کی وجہ سے اذان کے

کلمات ادا ہی نہ ہو سکتے تھے۔ اور حضورؐ کو اس دُنیا میں نہ پا کر حسانؓ تو گلیوں میں دیوانہ وار چشم پُر نم یہ شعر گنگناتے پھرتے ؎

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

اور جب حضورؐ اس دُنیا میں نہ رہے تو صحابہؓ اپنے ایمانوں کو تازہ کرنے کے لئے ذکرِ حبیبؐ کی محافل منعقد کیا کرتے۔ بخاری میں آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی معاذ رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہؓ سے کہا کرتے اِجْلِسْ بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً کہ آؤ کچھ دیر باہم بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے اپنے ایمان تازہ کریں۔ کہ؎ ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے۔

آج کی صحبت میں مَیں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی اس اخوت، محبت، ہمدردی کا ذکر کروں گا جو آپؑ اپنے صحابہؓ سے کرتے تھے اور یہ عرض کروں گا کہ حضورؑ ہمارے آقا اور ہادی تھے، آپؑ کے صحابہؓ آپؑ کے خدام اور جاں نثار تھے۔ جب آپؑ کا اپنے خدام سے یہ سلوک تھا تو ہمارے سلوک اور باہمی اخوت کی کیفیت کیا ہونی چاہیئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا یہ پہلو مَیں نے اس لئے چُنا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی آمد کی بھی ایک غرض دلوں کو باہم مربوط کرنا ہے۔ اور حدیث میں مومنوں کی ایک علامت یہی بتائی گئی ہے کہ وہ ایک جسم کی طرح ہوتے ہیں۔ ارشادِ رسولؐ ہے:-

مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ
إِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔ (مسلم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہماری جماعت کے لوگ کسی طرح بار بار کی ملاقاتوں سے ایک ایسی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لیں کہ ان کے دل آخرت کی طرف جُھک جائیں اور اُن کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور وہ زہد و تقویٰ اور خدا ترسی اور پرہیزگاری اور نرم دلی اور باہم محبت اور مواخات میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راستبازی ان میں پیدا ہو۔" (شہادۃ القرآن صفحہ ۹۸)

پھر فرمایا:-

"دُعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دمِ زندگی ہے کئے جاؤں گا۔ اور دُعا یہی ہے کہ

خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کرکے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے اُن کے دلوں سے اٹھادے اور باہمی سچی محبت عطا کردے۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دُعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔" (شہادۃ القرآن ص۱۰۲)

اللہ تعالیٰ کے انبیاء کے اخلاق مثالی ہوتے ہیں اور یہ اس لئے کہ اخلاقِ فاضلہ کی عنایت باری تعالیٰ کی جناب سے ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دُعا مانگا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا یَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَ اصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا لَا یَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ (ترمذی کتاب الدعوات)

اور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ حقیقی اخلاقِ فاضلہ جن کے ساتھ نفسانی اغراض کی کوئی زہریلی آمیزش نہیں وہ اُوپر سے بذریعہ رُوح القدس آتے ہیں۔ سو تم ان اخلاقِ فاضلہ کو محض اپنی کوششوں سے حاصل نہیں کرسکتے جب تک تم کو اُوپر سے وہ اخلاق عنایت نہ کئے جائیں۔" (کشتی نوح۔ بڑی تقطیع ص۱۴)

انبیاء علیہم السلام کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سیرت اور اخلاقِ فاضلہ کا ظہور خدا تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے پاک کرتا ہے۔ تبھی وہ دُنیا کے لئے اُسوہ قرار دیئے جاتے ہیں۔ ان کا چلن بے عیب اور کردار بے لوث ہوتا ہے۔ کوئی ان کی طرف انگلی نہیں اُٹھا سکتا۔ اِس زمانہ میں یہ اخلاق حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ظہور پذیر ہوئے۔ اُن کے اخلاق اور قوتِ قدسیہ کی ہی یہ تاثیر ہے کہ ایک دنیا کھچی چلی آتی ہے۔ فدائیت اور وابستگی پیدا نہیں ہوسکتی جب تک یہ کیفیت نہ ہو۔

مسٹر والٹر نے جب منشی اروڑے خان صاحبؓ کی یہ شیفتگی دیکھی تھی تو یہ رائے ظاہر کرنے پر مجبور ہوگیا تھا۔ یہ واقعہ مسیح پاکؑ کے ہونہار فرزند قمر الانبیاء صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنیئے:۔

"۱۹۱۶ء میں مسٹر والٹر آنجہانی جو آل انڈیا وائی۔ایم۔سی۔اے کے سیکرٹری تھے اور

سلسلہ احمدیہ کے متعلق تحقیق کرنے کے لئے قادیان آئے تھے انہوں نے قادیان میں یہ خواہش کی کہ مجھے بانی سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے صحابی سے ملایا جائے۔ اُس وقت منشی اروڑے خان صاحب مرحومؓ قادیان میں تھے۔ مسٹر والٹر کو منشی صاحب مرحومؓ کے ساتھ مسجد مبارک میں ملایا گیا۔ مسٹر والٹر نے منشی صاحبؓ سے رسمی گفتگو کے بعد یہ دریافت کیا کہ آپ پر مرزا صاحب کی صداقت میں سب سے زیادہ کس دلیل نے اثر کیا؟ منشی صاحبؓ نے جواب دیا کہ میں زیادہ پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں اور زیادہ علمی دلیلیں نہیں جانتا مگر مجھ پر جس بات نے زیادہ اثر کیا وہ حضرت صاحبؑ کی ذات تھی جس سے زیادہ سچا اور زیادہ دیانت دار اور خدا پر زیادہ ایمان رکھنے والا شخص میں نے نہیں دیکھا۔ انہیں دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ باقی میں تو اُن کے مُنہ کا بھوکا ہوں مجھے زیادہ دلیلوں کا علم نہیں ہے۔ یہ کہہ کر منشی صاحب مرحومؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں اس قدر بے چین ہوگئے کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور روتے روتے اُن کی ہچکی بندھ گئی۔ اس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں اور اُن کے چہرہ کا رنگ ایک دُھلی ہوئی چادر کی طرح سفید پڑ گیا تھا۔ اور بعد میں انہوں نے اپنی کتاب "احمدیہ موومنٹ" میں اس واقعہ کا خاص طور پر ذکر بھی کیا اور لکھا کہ جس شخص نے اپنی صحبت میں اس قسم کے لوگ پیدا کئے ہیں اُسے ہم کم از کم دھوکے باز نہیں کہہ سکتے"۔ (الفضل ۴ر ستمبر ۱۹۴۱ء)

جس سلوک اور محبت نے یہ جذب پیدا کیا اُسے منشی اروڑے خان صاحب مرحومؓ کے ایک ساتھی حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کی زبان سے سُنیئے وہ بیان کرتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ عید کا دن تھا اور میرا صافہ سر صاف نہ تھا۔ اس لئے کہ جب کبھی ہم لوگ آتے تھے تو ایک آدھ دن کی فرصت نکال کر آتے۔ لیکن جب یہاں آتے اور حضورؑ قیام کا حکم دیتے تو پھر ہمیں ملازمت کے چلے جانے کا بھی خیال نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح عید کا دن آگیا اور میں ایک ہی صافہ لے کر آیا تھا اور وہ میلا ہوگیا۔ میں نے چاہا کہ بازار سے جاکر خرید لاؤں۔ چنانچہ میں بازار کی طرف جا رہا تھا آپؑ نے مجھے دیکھ لیا اور آپؑ کی فراست تو خداداد فراست تھی۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ عید کا دن ہے میرا صافہ میلا ہے میں بازار سے خریدنے جا رہا ہوں۔ اُسی وقت وہاں ہی

کھڑے کھڑے اپنا عمامہ شریف اُتار کر مجھے دے دیا اور فرمایا کہ یہ آپ کو پسند ہے آپ لے لیں میں دوسرا باندھ لیتا ہوں۔" (اصحاب احمدؑ جلد چہارم صفحہ ۱۴۴)

ایک اور روایت ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے مخدوم اور خادم کا تعلق ہے یا من و تو کا فرق ہی مٹ گیا ہے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں :-

"جب میں قادیان میں ہوتا تو حضورؑ کی ڈاک میرے سپرد ہوتی۔ میں ڈاک سنایا کرتا تھا۔ ایک خط پر لکھا ہوا تھا کہ کوئی دوسرا نہ کھولے۔ باقی خطوط تو میں نے سنائے لیکن وہ خط حضورؑ کے پیش کر دیا۔ آپؑ نے فرمایا کھول کر سنائیں" ہم اور آپ کوئی دو ہیں۔"
(اصحاب احمدؑ جلد چہارم صفحہ ۱۱۵ روایت ۶۹)

اور اب دیکھئے مخدوم خادم بنے نظر آتے ہیں۔ حضرت منشی صاحبؓ فرماتے ہیں :-

"میں ایک دفعہ حاضر خدمت ہوا۔ حضورؑ بوریئے پر بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپؑ نے پلنگ اُٹھایا۔ اندر اُٹھا کر لے گئے۔ میں نے کہا حضور میں اٹھا لیتا ہوں۔ آپؑ فرمانے لگے بھاری زیادہ ہے آپ سے نہیں اُٹھے گا۔ اور فرمایا آپ پلنگ پر بیٹھ جائیں مجھے یہاں نیچے آرام معلوم ہوتا ہے۔ پہلے میں نے انکار کیا لیکن آپؑ نے فرمایا نہیں آپ بلا تکلف بیٹھ جائیں۔ پھر میں بیٹھ گیا۔ مجھے پیاس لگی تھی میں نے گھڑوں کی طرف نظر اُٹھائی وہاں کوئی پانی پینے کا برتن نہ تھا۔ آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کیا آپ کو پیاس لگ رہی ہے؟ میں پانی لاتا ہوں۔ نیچے زنانے میں جا کر آپؑ گلاس لے آئے پھر فرمایا ذرا ٹھہریئے اور پھر نیچے گئے اور وہاں سے دو بوتلیں شربت کی لے آئے جو منی پور سے کسی نے بھیجی تھیں۔ بہت لذیذ شربت تھا۔ فرمایا کہ ان بوتلوں کو رکھے ہوئے بہت دن ہو گئے۔ کیونکہ ہم نے نیت کی تھی کہ پہلے کسی دوست کو پلا کر پھر خود پئیں گے۔ آج مجھے یاد آگیا۔ چنانچہ آپؑ نے گلاس میں شربت بنا کر مجھے دیا۔ میں نے کہا پہلے حضور اس میں سے تھوڑا سا پی لیں تو پھر میں پیوں گا۔ آپؑ نے ایک گھونٹ پی کر مجھے دے دیا اور میں نے پی لیا۔ میں نے شربت کی تعریف کی آپؑ نے فرمایا کہ ایک بوتل آپ لے جائیں اور ایک باہر کے دوستوں کو پلائیں۔ آپؑ نے ان دونوں بوتلوں میں سے وہی ایک گھونٹ پیا ہوگا۔ میں آپؑ کے حکم کے مطابق بوتلیں لے کر چلا آیا۔" (اصحاب احمدؑ جلد چہارم صفحہ ۱۱۱)

روایت کا آخری حصہ بتلاتا ہے کہ حضورؑ کو صحابہ کی خاطر و مدارات کا کس قدر خیال تھا کہ آپؑ اپنے نفس پر اُن کو ترجیح دیتے تھے۔

یہ تو صاحبِ حیثیت تھے آپؑ کا ایک خادمہ سے سلوک ملاحظہ ہو:-

"مولوی جان محمد صاحب ڈسکوی بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ وہ اور اُن کی بیوی قادیان گئے ہوئے تھے کہ کسی نوکرانی نے چاول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر سے چُرا لئے۔ جب وہ جانے لگی تو گھر کی عورتوں نے اُسے پکڑ لیا اور اس کو چورنی کہہ کر چھیڑنے لگیں حضورؑ آواز سُن کر اپنے کمرہ سے باہر تشریف لائے اور عورتوں کو منع فرمایا کہ چورنی مت کہو۔ اور فرمانے لگے کہ اگر کسی آدمی کے دو گھر ہوں اور وہ ایک گھر سے کوئی چیز دوسرے گھر میں لے جا رہا ہو تو اس کو چور کہا جا سکتا ہے؟ یہ گھر اس کا اپنا ہے اور دوسرا گھر بھی اس کا ہے۔ یہ اپنے ایک گھر سے دوسرے گھر میں چاول لے جا رہی ہے تو چور کیسے ہوئی۔ اس نوکرانی کو کہا کہ لے جاؤ اور چاول چھوڑ کر جلد واپس آؤ۔ اور خود دستِ مبارک سے وہ چاول کی گٹھڑی اس کے سر پر رکھ دی"۔

(اصحاب احمد جلد ہشتم ص ۶۹)

خدا کے اس برگزیدہ کی نظر میں کوئی آدمی حقیر نہ تھا۔ وہ دُنیا میں انسان کا احترام سکھانے آئے تھے۔ آپ کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:-

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضورؑ مغرب کے بعد مسجد مبارک کی دوسری چھت پر مع چند احباب کھانا کھانے کے لئے تشریف فرما تھے۔ ایک احمدی میاں نظام الدین ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور اُن کے کپڑے بھی دریدہ تھے حضورؑ سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلے پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں کئی دیگر اشخاص خصوصاً وہ لوگ جو بعد میں لاہوری کہلائے آتے گئے اور حضورؑ کے قریب بیٹھتے گئے جس کی وجہ سے میاں نظام الدین کو پرے ہٹنا پڑتا رہا حتیٰ کہ وہ جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضورؑ نے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اُٹھا لیں اور میاں نظام الدین کو مخاطب کرکے فرمایا آؤ میاں نظام الدین صاحب ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ اور یہ فرما کر مسجد کے صحن کے ساتھ جو کوٹھڑی ہے اس میں تشریف لے گئے اور حضورؑ نے اور میاں نظام الدین نے کوٹھڑی کے اندر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا اور کوئی اندر نہیں گیا۔ جو لوگ قریب آکر

بیٹھتے گئے تھے اُن کے چہروں پر شرمندگی ظاہر تھی ۔" (اصحاب احمدؑ جلد چہارم صفحہ ۱۰۱)

ایک اور نادر واقعہ ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے خدا کے ان بندوں کے اخلاق کی نظیر دُنیا پیش کر سکتی ہے ؟ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت سے آدمی آ گئے تھے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا ۔ ایک شخص نبی بخش نمبردار ساکن بٹالہ نے اندر سے لحاف ، بچھونے منگانے شروع کئے اور مہمانوں کو دیتا رہا ۔ عشاء کے بعد حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ بغلوں میں ہاتھ دیئے بیٹھے تھے اور ایک صاحبزادہ جو غالباً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تھے پاس لیٹے تھے اور ایک شتری چوغہ انہیں اوڑھا رکھا تھا ۔ معلوم ہوا کہ آپؑ نے بھی اپنا لحاف ، بچھونا طلب کرنے پر مہمانوں کے لئے بھیجدیا ۔ مَیں نے عرض کی کہ حضور کے پاس کوئی پارچہ نہیں رہا اور سردی بہت ہے ۔ فرمانے لگے کہ مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہیئے اور ہمارا کیا ہے رات گزر جائے گی ۔ نیچے آ کر مَیں نے نبی بخش نمبردار کو بہت بُرا بھلا کہا کہ تم حضرت صاحب کا لحاف ، بچھونا بھی دے آئے ۔ وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ جس کو دے چکا ہوں اُس سے کس طرح واپس لوں ۔ پھر مَیں مفتی فضل الرحمٰن صاحب یا کسی اَور سے ، ٹھیک یاد نہیں رہا ، لحاف ، بچھونا مانگ کر اُوپر لے گیا ۔ آپؑ نے فرمایا کسی اَور مہمان کو دیدو مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آیا کرتی ۔ اور میرے اصرار پر بھی آپؑ نے نہ لیا اور فرمایا کسی مہمان کو دیدو ۔" (اصحاب احمدؑ جلد چہارم صفحہ ۱۱۸)

اللہ ! اللہ !! یہ مثال کس پیرخانہ میں ملتی ہے ، یہ نمونہ آج کہاں نظر آتا ہے ۔ ایک آخری واقعہ بیان کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں ۔ ملاحظہ فرمائیے کیا آپؑ کا اپنے مریدوں کے ساتھ سلوک ایسا نہیں تھا جیسا افرادِ کنبہ کا باہم یا جیسے ایک بھائی کا دوسرے کے ساتھ ؟ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ مَیں قادیان میں تقریباً ایک ماہ تک ٹھہرا رہا ۔ مولوی عبداللہ صاحبؓ سنوری بھی وہاں تھے ۔ مولوی صاحب نے میرے لئے جانے کی اجازت چاہی اور مَیں نے اُن کے لئے ۔ حضورؑ نے فرمایا ابھی نہ جائیں ۔ اسی عرصہ میں مولوی صاحب کو اُن کے گھر سے لڑکے کی ولادت کا خط آیا جس پر مولوی صاحبؓ نے عقیقہ کی غرض سے جانے کی اجازت چاہی ۔ حضورؑ نے فرمایا اِس غرض کے لئے جانا لازمی نہیں آپ ساتویں دن

ہمیں یاد دلا دیں اور گھر خط لکھ دیں کہ ساتویں دن اس کے بال منڈوا دیں۔ چنانچہ ساتویں روز حضورؐ نے دو بکرے منگوا کر ذبح کرا دیئے اور فرمایا گھر خط لکھ دو۔"

(اصحاب احمد جلد چہارم ص۹۵)

ایک مشہور پنجابی شاعر کہتا ہے ؎

اودس کھاں ربا جہاں دیا۔ مَیں ڈبدا ڈبدا جاں
مَیں ڈھونڈاں اوتھے پیار نوں جتھے پیتراں کھانی ہاں

اے کاش! یہ شاعر اس مکتب کا بھی مطالعہ کرتا، وہ اس کی بھی ایک جھلک دیکھتا کہ جہاں کے معلّم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی شاگرد تھے۔ واقعی وہ اس مکتبِ فکر کے نمائندہ تھے جس کی بنیاد حجاز میں پڑی تھی۔ آپ فرماتے ہیں ؎

دِگر استاد را نامے نہ دانم ٭ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی عَبْدِكَ الْمَسِیْحِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ اَلْفَ اَلْفِ الصَّلٰوۃَ وَالسَّلَامَ اِلَی الْاَبَدِ ٭

متکبّر سے زیادہ کوئی بُت پرست نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مَیں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم ص۸)

بعث بعد الموت یا اُخروی زندگی

(محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

اِس مضمون کی قبل ازیں چار قسطیں علی الترتیب ستمبر ۶۱ء، اکتوبر ۶۱ء، اگست ۶۵ء اور جون ۶۶ء کے شماروں میں شائع ہو چکی ہیں۔ اِن قسطوں میں اِس امر کو واضح کیا گیا تھا کہ اوّل اخروی زندگی کے ماننے کے کیا دلائل ہیں دوسرے یہ کہ انسان مرنے اور گلنے سڑنے کے بعد کس طرح زندہ ہو سکتا ہے اور کیا خدا تعالیٰ یہ قدرت رکھتا ہے کہ ایسا کرے۔

قسط ہذا اِس مضمون کی پانچویں اور آخری قسط ہے۔ اس میں (۳) اخروی زندگی کی کیفیات اور (۴) اس کے بہتر بنانے کے وسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (ایڈیٹر)

اخروی زندگی کی کیفیات

تیسری بات جو اخروی زندگی کے متعلق بیان کرنی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ جنّت میں جو کچھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیا جائے گا وہ دُنیا کی چیزوں کا مجموعہ نہیں ہوگا بلکہ ان کی کیفیت بالکل مختلف ہوگی۔

قرآن کریم نے جو جنّت کی اشیاء کا ذکر کیا ہے وہ محض بطور مثال کیا ہے تا ہمارے لئے ان کی لذّتوں کے سمجھنے میں آسانی ہو۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے:۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ۝ (الرعد آیت ۳۶)

یعنی اس جنّت کی مثال جس کا پرہیزگاروں کو وعدہ دیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے (درختوں کے سایہ) تلے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس کا پھل ہمیشہ رہنے والا ہوگا اور اس کا سایہ بھی۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہوگا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ اور انکار کرنے والوں کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ نہروں اور پھلوں اور سایوں کا ذکر بطور مثال ہے ورنہ وہ اس دنیا کی نہروں اور پھلوں اور سایوں کی مانند نہیں ہوں گے بلکہ وہ کوئی ایسی چیز ہوں گے جو نہ کم ہوگی نہ ختم ہوگی۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ (البقرۃ آیت ۲۶، ۲۷)

ترجمہ۔ اور تُو بشارت دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے کہ اُن کے لئے باغ ہوں گے جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ جب بھی اُن کے پھلوں میں سے بطور رزق اُنہیں دیا جائے گا وہ کہیں گے یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا تھا اور اُن کے پاس وہ ملتا جلتا لایا جائے گا۔ اور اُن کے لئے وہاں پاک جوڑے ہوں گے اور وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ اِس بات سے نہیں رُکتا کہ وہ یہ باتیں مثال کے طور پر بیان کرے خواہ وہ اصل کے مقابلہ میں اتنی حقیر مثال ہو جیسا کہ مچھر بلکہ اس سے بھی کم۔ لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ یہ سچ ہے اُن کے رب کی طرف سے۔ اور جو لوگ کافر ہوئے وہ کہتے ہیں کہ اِن مثالوں کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا منشاء ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ اِس طرح سے بہت سے لوگوں پر گمراہی کا فردِ جرم لگاتا ہے اور بہت سے لوگوں کو اِن باتوں سے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ نافرمانوں کے سوا کسی کو گمراہ قرار نہیں دیتا۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ باغات دیگا جن میں نہریں ہوں گی۔ اور جب اُنہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دی جائیں گی تو وہ کہیں گے کہ انہیں دنیا میں

بھی ان سے ملتی جلتی دی گئی تھیں۔ اور انہیں پاک جوڑے دیئے جائیں گے اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اصل حقیقت کے مقابلہ میں یہ چیزیں جن کا نام لیا گیا ہے یعنی باغات اور نہریں اور پاک بیویاں یا پاک خاوند ایسی حقیر ہیں جیسا کہ مچھر حقیر ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ایمان والے تو اس کے باوجود ان مثالوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں لیکن کافروں کے لئے یہ اور زیادہ ٹھوکر اور ہنسی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ہنسی مذاق سے کہتے ہیں کہ جنت میں بھی شراب اور عورتیں ہی ہوں گی۔ کیوں نہ ہم یہاں بھی انہیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اُن کی بدکاریوں کا نتیجہ ہوتا ہے کہ ان کا ذہن انہی چیزوں کی طرف جاتا ہے جن کے ذریعے وہ یہاں عیاشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

یہ جو اس جگہ فرمایا کہ ان نعمتوں سے ملتی جلتی وہ اِس دنیا میں بھی دیئے گئے تھے اور اس وقت وہ انہیں یاد آ جائیں گی یہ بھی تشابہ کا ذکر ہے ان کی اصل کیفیت کا نہیں۔ یہ ذکر آگے آئے گا کہ اس سے کونسی نعمتیں مراد ہیں جو مومنوں کو یہاں بھی ان سے ملتی جلتی دی جاتی ہیں۔

جنت کی نعمتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ اصولی طور پر یہ فرماتے ہیں:۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (السجدۃ آیت ۱۸)

یعنی اِس دُنیا میں کوئی انسان یہ نہیں جان سکتا کہ اُس کے لئے جنت میں کیا کیا نعمتیں اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے ہوں گی جو اُن کے اعمال کی جزاء کے طور پر انہیں دی جائیں گی۔

جنت کی نعماء کے متعلق ہمارے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث قدسی میں فرماتے ہیں:۔

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ۔ (بخاری)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَیں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار رکھا ہوا ہے جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سُنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا ہے۔

اُوپر والی آیت اور یہ حدیث یہ امر پوری طرح واضح کر دیتی ہیں کہ باغات، نہروں، پھلوں، عورتوں، غلمان اور شراب وغیرہ سے وہ چیزیں مراد نہیں جو ہم اِس دنیا میں دیکھتے ہیں بلکہ یہ نام ہمیں یہ

سمجھانے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں کہ جس طرح اِس دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے جسمانی حِسّوں کی تسکین کے لئے یہ چیزیں پیدا فرمائی ہیں اسی طرح ان روحانی حِسّوں کی تسکین کے لئے جو انسان مرنے کے بعد اپنے ساتھ لے جائے گا یا جو اسے اس کے اعمال کی وجہ سے دی جائیں گی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکمل انتظام ہوگا۔ ایک مومن کونسی روحانی حِسّوں کو ترقی دیتا ہے اور مرنے کے بعد اپنے ساتھ لے جاتا ہے؟ وہ یقیناً اعلیٰ اخلاقی اور روحانی حالت ہوتی ہے جسے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفسِ امّارہ کا مقابلہ کرکے اپنے اندر پیدا کرتا ہے اور اسی کے ساتھ اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت یعنی اس کے حسن و جمال اور احسان کی شناخت کو بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو جانے میں اپنی زندگی دیکھتا ہے۔ نفسِ امّارہ اور اس کی خواہشات اور اس کی آلائشوں سے وہ اپنے ربِّ کریم کے رحم و کرم سے پاک ہو جاتا ہے سو وہ ان چیزوں میں لذّت نہیں پاتا جن میں اسیرانِ ہوا و ہوس لذّت پاتے ہیں بلکہ اس کی تمام تر لذّت اس کے خدا میں ہو جاتی ہے اور وہ اس کی محبت میں جیتا ہے اور مرتا ہے اور یقیناً اسی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ تب وہ خدا کی نگاہ میں اِس لائق ٹھہرتا ہے کہ اس کی جنت میں داخل کیا جائے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ (الفجر۔ آخری دو آیتیں) یعنی ہوا و ہوس سے الگ ہو کر میرے فرمانبردار بندوں میں داخل ہو جا جو ہر دم میری اطاعت اور محبت میں ہی لذّت حاصل کرتے ہیں۔ تب تُو میری جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں یہ چیزیں تجھے وافر طور پر ملیں گی۔

پس ہمارے رب نے جو اِن چیزوں کا ذکر فرمایا ہے وہ ہماری ہوا و ہوس کو بھڑکانے کے لئے نہیں بلکہ ہماری اخلاقی اور روحانی حِسّوں کی تسکین کے لئے فرمایا ہے جن کی تسکین اپنے رب کی معرفت اور محبت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اور جنت کی نعماء اللہ تعالیٰ کے حسن و جمال کی تجلّیات اور اس کے احسان کے جلوے ہوں گے جو اس میں داخل ہونے والوں کو خدا کی محبت کا شربت پلائیں گے اور انسان بے اختیار ہو کر خدا کی طرف کھینچا جائے گا۔ اگر ان جلووں کو حُور و غلمان اور شراباً طہوراً کے ناموں سے یاد کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والا انسان ان میں کوئی ناپاکی نہیں دیکھتا بلکہ ان میں اپنے خدا کے حُسن کو پائے گا۔ وہاں اِن چیزوں کے ساتھ کوئی ناپاکی کی ملونی نہیں ہو گی بلکہ وہ سراسر خدا تعالیٰ کے پاک اور نہایت درجہ دلکش حسن و جمال کے اظلال ہوں گے۔ اسی لئے جہاں جہاں قرآن کریم میں ان کا ذکر آتا ہے ناپاکی کو خاص طور پر ان سے الگ کر دیا گیا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے:۔

لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْھَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ط (مریم آیت ۶۳) وہ ان جنّتوں میں کوئی لغو اور

فضول بات نہیں سُنیں گے بلکہ وہاں صرف امن اور سلامتی کی باتیں ہوں گی یعنی ایسی باتیں جو انسان کو حقیقی سلامتی یعنی خدا کے سائے کے نیچے لاتی ہیں۔

جنّت کی شراب اور غلمان کے متعلق فرماتا ہے :۔

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ٥ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ٥ (طور آیت ۲۴،۲۳)

یعنی وہ اس میں ایسے پیالوں کے متعلق جھگڑیں گے جن کا نتیجہ نہ لغو بکواس کرنا ہوگا اور نہ گناہ کرنا ہوگا۔ اور جوان خادم ہر دم ان کی خدمت میں حاضر رہیں گے گویا کہ وہ پردوں میں لپٹے ہوئے موتی ہیں یعنی نہایت درجہ پاکباز۔ پس یہ شراب تو کوئی اور ہی شراب ہے جس کے لئے معرفت اور محبّتِ الٰہی رکھنے والے بے تاب ہوں گے اور اس کا نتیجہ کوئی لغویت اور گناہ نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبّت میں بڑھنا ہوگا اور اُن کے جوان خادم بھی موتیوں کی طرح پاک اور شفاف ہوں گے۔

سورۂ دہر میں اللہ تعالیٰ نے اس شراب کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ایک کافوری اور دوسری زنجبیلی۔ کافوری سے مراد گناہ کے مادہ کو ٹھنڈا کرنے والی جس طرح کافور طبیعت میں ٹھنڈک پیدا کرتا ہے۔ اور زنجبیلی سے مراد سونٹھ کی تاثیر رکھنے والی یعنی محبّتِ الٰہی کو بھڑکانے والی۔ اور اس چشمے کا نام سلسبیل بیان فرمایا یعنی ہمیشہ جاری رہنے والا جس سے ایمان والوں کو زیادہ سے زیادہ اور ہمیشہ محبّتِ الٰہی کی شراب ملتی رہے گی جو اُن کی ساری کوفتیں دُور کرے گی اور ان کے دلوں کو سرور بخشے گی۔

ایک جگہ اس شراب کے متعلق فرماتا ہے :۔

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ٥ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۭ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ٥ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ٥ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ٥ (التطفیف آیت ۲۶ تا ۲۹)

یعنی انہیں خالص سر بمہر شراب پلائی جائے گی۔ اس کے آخر میں مشک ہوگی۔ اور چاہیئے کہ خواہش رکھنے والے انسان ایسی ہی چیز کی خواہش کریں۔ وہ ایک چشمہ ہوگا جس سے مقرب لوگ پئیں گے۔ سبحان اللہ شراب کی کیا تعریف بیان فرمائی کہ وہی اس قابل ہوگی کہ خدا کا قرب رکھنے والے اس کی خواہش کریں کیونکہ اسی سے ان کی محبّتِ الٰہی کی تسکین ہوگی اور اس میں سے محبّتِ الٰہی کی خوشبو آئے گی۔

اسی طرح فرماتا ہے :۔

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ٥ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ٥ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ٥ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ٥

كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ○ (الصّٰفّٰت آیت ۴۶ تا ۵۰)

یعنی چشموں کے پانیوں سے بھرے ہوئے گلاس اُن کے پاس لائے جائیں گے جو سفید ہوں گے اور پینے والوں کے لئے لذّت کا موجب ہوں گے۔ نہ تو ان سے سردرد ہوگا اور نہ وہ لوگ ان کے باعث عقل کھو بیٹھیں گے۔ اور اُن کے پاس بڑی بڑی آنکھوں والی، نیچی نظریں رکھنے والی عورتیں ہوں گی۔ گویا کہ وہ ڈھکے ہوئے انڈے ہیں یعنی نہایت پاکیزہ اور صاف جن میں کوئی ناپاکی اور گند نہیں ہوگا۔ گویا شراب بھی عجیب پاکیزگی رکھنے والی ہوگی اور عورتیں بھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب اور اس کے حُسن کی تجلّی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے نادان ہیں وہ لوگ جو اس قسم کی آیات سے اپنے نفسِ امّارہ کی تسکین چاہتے ہیں۔ وہ نفس تو جب تک ریزہ ریزہ نہیں ہو جاتا کوئی انسان جنّت میں داخل نہیں کیا جاتا تو پھر جنّت میں اس کی تسکین کے کیا معنے۔ اس سے تو جنّت میں داخل ہونے والے پہلے ہی فارغ ہو چکے ہوں گے۔ جنّت میں تو ان کی غذا خدا تعالیٰ کے قُرب، اس کے دیدار اور اس کے حسن و جمال کی تجلّیات ہی ہوں گی جن سے اُن کے دلوں کی مراد پوری ہوگی۔ انہی سے وہ ہر آن نئی سے نئی ترقیات پائیں گے اور خدا تعالیٰ کے قُرب میں بڑھتے جائیں گے۔

یہی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جن کا نمونہ اس کے بندوں کو اس دُنیا میں بھی چکھایا جاتا ہے۔ وہ اپنے نفسوں سے فارغ کر دیئے جاتے ہیں اور ان حقیقی اور نہایت درجہ سرور بخش نعمتوں سے شناسا کئے جاتے ہیں اور یہ انہیں اُس وقت بھی یاد آ جائیں گی جب وہ انہیں اپنی اصلی شان میں دی جائیں گی اور مختلف رنگ اور صورتیں اختیار کریں گی۔ تب وہ کہہ اُٹھیں گے هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ کہ یہ ہمیں پہلے بھی بطور نمونہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے دی گئی تھیں۔ یہ وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو اس دُنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت سے حصہ دیا جاتا ہے اور بسا اوقات از خود رفتہ ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں اس دُنیا کی چیزوں کو ہیچ اور ذلیل اور بے مزہ جانتا ہے۔

اِس دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے جنسی تعلق میں ایک خاص لذّت رکھی ہے۔ نسلِ انسانی چلانے کے لئے یہ تعلق ضروری تھا اور اس میں لذّت نہ رکھی جاتی تو انسان کی طبیعت پر اس قسم کی حرکت بہت گراں گزرتی اور وہ اس سے پرہیز کرتا۔ لیکن یہ لذّت ہے کیا چیز؟ فقط یہ ہے کہ مادۂ تولید اپنی جگہ سے چل کر ایک نالی میں سے گزرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے cells رکھے ہوئے ہیں کہ ان کے ساتھ اس کا چھُونا یہ لذّت پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو لذّت کا کوئی اور طریق رکھ دیتا جو اس سے بھی زیادہ لطف پیدا کرتا۔ چنانچہ رُوحانی دُنیا میں اُس نے ایسا کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں اپنا تجربہ بیان فرماتے ہیں کہ ماموریت سے پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق آٹھ نو ماہ کے روزے رکھے

جن میں غذا کو بے حد کم کر دیا۔ صرف ایک وقت چند لقمے کھاتے و بس۔ تو آپؑ کو اللہ تعالیٰ کے حُسن کی تجلیات مختلف رنگوں کے ستونوں کی شکل میں دکھائی گئیں جو زمین سے آسمان تک جاتے تھے اور ان کو دل کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا اور دل ایسی لذت محسوس کرتا تھا کہ وہ بیان سے باہر ہے۔ سو انسان نہیں جانتا کہ اُخروی زندگی میں اللہ تعالیٰ کا حُسن و جمال کس کس طور سے ظاہر ہوگا اور وہ انسان کے لئے کیسا لذت بخش ہوگا۔ حور و غلمان کی مثالیں اس کے سامنے ایک مچھر کی حیثیت بھی نہیں رکھیں گی۔

علاوہ ازیں یہاں تو اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی جاری رکھنے کے لئے یہ صورت رکھی ہے اُخروی زندگی میں تو نسل کی ضرورت نہ ہوگی انسان کی اپنی زندگی کو ہی دوام ہوگا۔ نہ موت ہوگی اور نہ موت کے بعد جانشینی کا سوال ہوگا اس لئے اس قسم کے تعلق کی ضرورت نہ ہوگی۔ پھر یہاں یہ انسان کی آزمائش کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ کون اس کے احکام کی اطاعت میں اپنے اُوپر اس کے متعلق پابندیاں عائد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو اس پر ترجیح دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوا ناجائز جگہوں سے اس لذت کو چھوڑتا ہے۔ اخروی زندگی میں تو اس آزمائش کا سوال نہیں رہے گا۔ وہ تو دار الجزاء ہے نہ کہ دار الابتلاء۔

عالمِ رؤیا بھی ہمارے لئے ان باتوں کے سمجھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ ہمیں کئی قسم کی لذات سے بہرہ ور کرتا ہے اور ان میں کوئی کثافت نہیں ہوتی لیکن لذات میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات وہ زیادہ شدت رکھتی ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اخروی زندگی میں جس طریق سے چاہیگا انسان کو لذّات بخشے گا تا اس کی اللہ تعالیٰ کے لئے محنتوں اور اس کے صبر کا بدلہ دے لیکن یہاں وہ ان کو اپنے قیاس میں نہیں لا سکتا۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔

دوزخ کے متعلق بھی یہی صورت ہے کہ انسان اس کی اصل حقیقت کا یہاں اندازہ نہیں لگا سکتا صرف اتنا سمجھ سکتا ہے کہ وہ سخت عذاب اور دُکھ کا موجب ہوگا جس کی تکلیف کو انسان برداشت نہیں کر سکے گا اور چیخے گا اور چلّائے گا لیکن اس کا کوئی چارہ کو نہ ہوگا۔ اِس دُنیا میں بھی انسان بعض دفعہ ایسی ذہنی اور قلبی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے لئے ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہے اور جسم کی ظاہری تکلیف سے بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ یہ بھی جہنّم کا ایک نمونہ ہوتا ہے۔ اِس بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:۔

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ○ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ ○ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ

فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝ (سورة الهمزة)

یعنی ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ وہ خیال کرتا ہے بلکہ وہ یقیناً حطمہ (جہنم) میں پھینکا جائے گا۔ اور اے مخاطب تو کیا جانتا ہے کہ حُطمة کیا چیز ہے۔ یہ حطمہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے اندر تک جا پہنچے گی۔ پھر وہ آگ سب طرف سے بند کر دی جائے گی تاکہ اس کی گرمی ان کو اور بھی تکلیف دہ محسوس ہو۔ اور وہ لوگ اس وقت لمبے ستونوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہوں گے۔ سو دوزخ کی آگ ایسی ہو گی جو اگرچہ ظاہری بھی ہو گی لیکن اس کا دل کے ساتھ خاص تعلق ہو گا اور وہ دل کو سخت مصیبت اور درد اور کرب اور دکھ میں مبتلا کر دے گی اور اس سے کوئی چھٹکارا نہ ہو گا۔

یہاں یہ بات واضح کر دینی مناسب ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے والے اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے بلکہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ان کو اس میں سے نکال لیا جائے گا اور جہنم خالی ہو جائے گا۔ جہنم کے متعلق خَالِدِيْنَ اور اَبَدًا کے الفاظ بے شک استعمال ہوئے ہیں لیکن خلود اور ابد ایسے لمبے عرصہ کو کہتے ہیں جو ختم ہونے میں نہ آئے۔ امام راغب جو لغت کے بڑے امام ہیں کہتے ہیں :-

اَلْخُلُوْدُ هُوَ تَبَرِّى الشَّيْءِ عَنْ اَعْرَاضِ الْفَسَادِ وَ بَقَاؤُهٗ عَلَى الْحَالَةِ الَّتِىْ هُوَ عَلَيْهَا وَ كُلُّ مَا يَتَبَاطَأُ عَنْهُ التَّغْيِيْرُ وَالْفَسَادُ تَصِفُهُ الْعَرَبُ بِالْخُلُوْدِ كَقَوْلِهِمْ لِلْاَثَافِىْ خَوَالِدُ وَ ذَالِكَ لِطُوْلِ مُكْثِهَا لَا لِدَوَامِ بَقَائِهَا۔ (مفردات راغب)

یعنی خلود کے معنے ہیں خراب ہونے کے عوارض سے بچے رہنا اور اپنی حالت پر رہنا اور ہر چیز جس میں تغیّر اور خرابی دیر سے واقع ہو اس کے لئے عرب خلود کا لفظ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ چولھے کے پتھروں کو خَوَالِد کہتے ہیں کیونکہ وہ دیر تک رہتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ ہمیشہ رہتے ہیں۔

اَبَد کے متعلق بھی امام راغب کہتے ہیں :-

قَالَ تَعَالٰى خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا۔ اَلْاَبَدُ عِبَارَةٌ عَنْ مُدَّةِ الزَّمَانِ الْمُمْتَدِّ الَّذِىْ لَا يَتَجَزَّأُ كَمَا يَتَجَزَّأُ الزَّمَانُ ...... وَ تَاَبَّدَ الشَّيْءُ بَقِىَ اَبَدًا وَ يُعَبَّرُ بِهٖ عَمَّا يَبْقٰى مُدَّةً طَوِيْلَةً۔ (مفردات راغب)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا۔ اَلْاَبَد زمانہ کی لمبی مدت کو کہتے ہیں جس کے زمانہ کی طرح اجزاء نہ بن سکیں ...... اور تَاَبَّدَ الشَّيْءُ کے معنے

ہوتے ہیں کہ وہ چیز ابد تک رہی اور اس سے مراد ہوتی ہے کہ وہ بہت مدت تک رہی۔
پس لغت کے رُو سے خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا سے مراد ہمیشگی نہیں بلکہ ایک لمبی مدت ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور بے پایاں رحم کے بھی خلاف ہے کہ وہ محدود زمانہ کی بُرائیوں کی وجہ سے جو انسان اپنی زندگی میں کرتا ہے اُسے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں ڈال دے اور کبھی اس کو وہاں سے نہ نکالے اور اگرچہ وہ اپنے مقصد کو خود اپنی نالائقیوں کی وجہ سے پورا نہ کرسکا اس کا ربّ رحیم سزا کے بعد بھی اس مقصد کے پُورا کرنے کے کوئی سامان نہ کرے حالانکہ وہ فرماتا ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف آیت ۱۵۷) کہ میری رحمت نے ہر چیز کو گھیرا ہُوا ہے اور اس کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔ نہیں نہیں اس کی ربوبیت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ محبت یا سزا کے ساتھ انسان کی پیدائش کے مقصد کو پُورا کرے اور بالآخر اُسے اپنی معرفت نصیب کرے اور اسے اپنے قُرب میں بسائے۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے:۔

یَاْتِیْ عَلٰی جَھَنَّمَ زَمَانٌ لَیْسَ فِیْھَا اَحَدٌ وَّ نَسِیْمُ الصَّبَا تُحَرِّکُ اَبْوَابَھَا

(تفسیر معالم التنزیل زیر آیت فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا سورہ ہود)

یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی شخص نہیں ہوگا اور ہوا اسکے دروازوں کو کھٹکھٹائے گی۔

قرآن کریم نے دوزخ کے لئے "اُمّ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ۙ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ ۙ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا ھِیَہْ ۙ نَارٌ حَامِیَۃٌ (القارعہ آیت ۹ تا ۱۲) یعنی جس کے اعمال کے پلڑے ہلکے ہوں گے اُس کی ماں ہاویہ ہوگی۔ اور اے مخاطب تجھے کیا معلوم ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ آگ ہوگی سخت گرم۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جہنم کو ان کی ماں قرار دیا ہے جس کا کام جب کہ محبت کارگر نہ ہو سزا کے ساتھ پرورش کرنا ہوتا ہے۔ جہنم میں بھی سزا اور ایذا رسانیوں کے ساتھ ان کی بیماریوں کا علاج کیا جائے گا اور انہیں اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ جنت میں آباد ہوسکیں۔
اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل ہونے والوں کے لئے فرمایا ہے:۔

لَا یَمَسُّھُمْ فِیْھَا نَصَبٌ وَّمَا ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ (الحجر آیت ۴۹)

یعنی نہ انہیں وہاں کوئی تھکان ہوگی اور نہ وہ ان باغات سے نکالے جائیں گے۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ (ہود آیت ۱۰۹) یعنی جنت ایک [illegible] انعام ہے جو کبھی واپس نہ لیا جائے گا بلکہ جنتی ہمیشہ وہیں رکھے جائیں گے۔ دوزخ کے متعلق کسی جگہ ایسا نہیں

فرمایا۔ پس دوزخ تو ہسپتال کی طرح ہو گا جہاں سے علاج کے بعد انسانوں کو نکال لیا جائے گا لیکن جنت کا انعام دائمی ہو گا اور خدا کے قرب میں آباد ہونے کے بعد انہیں اس سے محروم نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر آن نئی ترقیات پائیں گے۔ اور جیسا کہ خدا غیر محدود ہے اس کے قرب کی راہیں بھی غیر محدود ہیں اور جنتیوں کو آگے سے آگے لے جایا جائے گا۔ جنت کی کیفیت عَرْضُهَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضُ (آل عمران آیت ۱۳۴) والی ہو گی۔

اخروی زندگی میں فلاح پانے کے وسائل

اب ہم اس مضمون کے آخری حصے کو لیتے ہیں کہ اخروی زندگی میں فلاح پانے اور ہمیشہ ہمیش آرام کی زندگی حاصل کرنے کے وسائل کیا ہیں۔ سو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر دو وسائل ایمان اور اعمالِ صالحہ ہی بتائے ہیں جیسا کہ وہ بیسیوں بلکہ سینکڑوں آیات میں فرماتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ (الکہف آیت ۱۰۸، ۱۰۹)

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک یا اس ایمان کے مناسبِ حال اعمال کئے ان کے لئے فردوس نامی جنت ہو گی جو اُن کے لئے خدا کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہو گی اور وہ وہاں سے الگ ہونا نہیں چاہیں گے۔ ایمان اور اعمال صالحہ کی تفصیل سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے اس کا کسی قدر خلاصہ یہاں دیا جاتا ہے۔

(۱) ایمان۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اقرار اور اس کی صفات کی پہچان۔ وہ **اللّٰہ** ہے یعنی سب صفاتِ حسنہ کا جامع۔ انسانی تصور میں جو اعلیٰ سے اعلیٰ صفات آسکتی ہیں وہ سب اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ وہی حقیقت ہے، باقی سب اس کے اظلال۔ وہی ازلی ابدی ہے، باقی سب اس کی پیدائش اور فانی۔ ہاں انسانوں کو وہ موت کے بعد ایک ابدی زندگی دیگا جو اُسی کے فضل سے قائم رہے گی ورنہ انسان کی پیدائش کا مقصد اطاعت و معرفت و محبتِ الٰہی پورا نہیں ہوتا۔ وہ اللہ ہی محبت و پرستش کے لائق ہے اور کوئی نہیں۔

وہ **ربّ العالمین** ہے۔ ہم کچھ نہ تھے، اس نے ہمیں رحمِ مادر میں اندھیروں پر اندھیروں میں پیدا اور پرورش کیا۔ ہم خالصاً اُسی کی ربوبیت سے بڑھے اور اِس دنیا میں آکر سانس لینے کے قابل ہوئے۔ اُس نے ہمیں ایک نامعلوم ذرّے سے جو نہایت طاقتور خوردبین سے بھی بمشکل نظر آتا ہے بے پناہ طاقتوں اور

قابلیتوں والا انسان بنا دیا۔ ہمارا دماغ اس کے کرشموں میں سے ایک کرشمہ ہے۔ اس میں وہ کچھ موجود ہے جو سب کائنات پر بھاری ہے۔ تھوڑا سا مادہ ہے لیکن کروڑوں اور اربوں قسم کی چیزوں کا مرکز۔ انسان کو دل دیا اور اس میں اپنی معرفت اور محبّت کی تڑپ بھر دی گویا ساری کائنات کا نچوڑ اس میں داخل کر دیا۔ وہ دل خدا کے لئے کیا کچھ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے اس کا کچھ حد و حساب نہیں۔ ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھ لیں۔

ہمارے ربّ نے ہمارے لئے زمین و آسمان کی چیزیں بنا دیں۔ ہم ان سے ہر قسم کے فوائد حاصل کرتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔ یہ سب اس کی ربوبیّت کے تقاضے ہیں۔ اس ربوبیّت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ ہمیں غیر محدود ترقیات دیتی ہے۔ اس دُنیا میں تو اس کی حد بندیاں معلوم ہوتی ہیں لیکن اُخروی زندگی میں انسان آگے بڑھتے جائیں گے اور انہیں خدا کا زیادہ سے زیادہ قُرب ملتا جائے گا۔ یہی جنّت کی غرض ہو گی اور لا انتہا لذّتوں کا موجب۔

وہ رحمٰن ہے۔ اس کا رحم بے پایاں ہے۔ وہ اُس وقت بھی ہماری دستگیری فرماتا ہے جب ہم کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ وہ رحمانیت کا پرتَو ہمارے ماں باپ پر ڈالتا ہے اور وہ ہمارے لئے ہر وقت قربان ہوتے ہیں۔ اس کی رحمانیت ہمارے لئے بے انداز سامان پیدا کرتی ہے تاکہ ہم زندہ رہ سکیں۔

وہ رحیم ہے۔ ہمارے چھوٹے چھوٹے کاموں کو بھی نوازتا ہے اور بڑے بڑے نتائج پیدا کرتا ہے۔ چند نیک کاموں کے عوض میں ہمیں جنّت میں داخل فرماتا ہے بشرطیکہ وہ خالص طور پر اس کے لئے ہوں اور اُن میں اس کی محبّت کی جھلک ہو۔

وہ مالکِ یوم الدّین ہے۔ ہمارے سب کاموں کو محفوظ کرتا ہے اور ان کا پُورا پُورا بدلہ دے گا۔ اعمالِ صالحہ پر انعام دیگا اور اعمالِ بد پر سزا۔ ہمارا چھوٹے سے چھوٹا فعل بھی اس کی نگاہ میں ہے اور وہ اس کا وزن کرے گا۔ اس جزا اور سزا کا ایک حصّہ وہ اِس دُنیا میں بھی دیتا ہے لیکن اصل اور پُورا بدلہ آخرت میں دیگا۔ بخش دینا یا سزا دینا اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اعمال اپنی ذات میں کچھ نہیں، ہاں اُس کا رحم اور کرم کھینچ لیں تو سب کچھ ہیں لیکن اس کی عظمت کو دیکھتے ہوئے اعمال کو آخری حد تک پہنچانا اور نفسِ امّارہ سے بکلّی دست بردار ہو جانا اور فنا قبول کرنا ضروری ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس سے ہر دم ڈرتے رہنے کو اپنا خاصّہ بنائے کیونکہ اس کی عظمت کے سامنے سب کچھ ہیچ اور ذلیل ہے۔

وہ **عفوّ** اور **غفور** ہے۔ ہزاروں گناہوں کے بعد اس کا عاجز بندہ اُس کی طرف جُھکتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو وہ اسے معاف فرما دیتا ہے اور ان گناہوں کے نقوش مٹا دیتا ہے۔ بسا اوقات انسان ایک دفعہ توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کر بیٹھتا ہے اور پھر اپنی کمزوری اور نالائقی پر پشیمان ہو کر اُسکے حضور گرتا ہے تو وہ اسے پھر معاف کر دیتا ہے۔ ایسا ہی ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ انسان میں گناہ سے بچنے کی طاقت پیدا کر دیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے اس کو اپنے آستانہ پر جُھکا دیتا ہے۔ تب گناہ میں اُس کی لذّت ختم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے خدا میں ہر قسم کی لذّت پاتا ہے اور اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرتا ہے۔

وہ **سمیع** اور **بصیر** ہے۔ وہ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ہے یعنی ہماری پُکاروں کو سُنتا اور ہماری حالتوں کو دیکھتا ہے۔ وہ ہمارے بھیدوں کو بلکہ اس سے زیادہ مخفی باتوں کو جو ابھی بھید کی شکل میں بھی ظاہر نہیں ہوتیں جانتا ہے۔

وہ **قادر** ہے جو چاہے سو کرتا ہے۔ اس کے راستے میں کوئی روک نہیں، کوئی بے چارگی نہیں۔ وہ انسان کی سب مشکلات کو دُور کر سکتا ہے۔ مشکلیں ہمارے لئے ہیں اس کے لئے نہیں۔ زمین و آسمان کا ایک ایک ذرّہ اُس کے تابعِ فرمان ہے۔ وہ چاہے تو فقیر کو غنی کر دے اور چاہے تو غنی کو فقیر کر دے۔ وہ چاہے تو عزّت دے اور چاہے تو ذلیل کر دے۔ سب عزّت و ذلّت اسی کے حکم پر موقوف ہے۔

وہ **مجیب الدعوات** یعنی دعاؤں کو سُننے والا ہے اور ان کا جواب دیتا ہے بشرطیکہ مانگنے والا پُورے جوش اور اضطراب سے مانگے۔ اور خدا کو قادر یقین کرے اور تھک نہ جائے۔ تقویٰ میں بڑھنا دعا کی قبولیت میں بڑھاتا ہے۔ دعاؤں سے خدا تعالیٰ اسی طرح اپنے بندوں کی ضرورتوں کو پُورا کرتا ہے جس طرح ماں اپنے بچّے کی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے جُھکنے کا رنگ بھی وہی ہو جو بچّے کا ماں کیلئے ہوتا ہے کہ اسے ماں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

وہ خدا **متکلّم** بھی ہے یعنی اپنے بندوں کے ساتھ کلام بھی کرتا ہے۔ اور یہی اس کا سب سے بڑا انعام ہے۔ اِس سے اُس کی سچی معرفت نصیب ہوتی ہے اور اس خزانہ پر پُوری اطلاع ہوتی ہے جو ہماری سب بے بیادگیوں کا علاج ہے۔ جس سے وہ کلام فرماتا ہے اسے وہ ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیتا ہے اور دوسروں کی زندگی کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اسے وہ اپنے نور سے حصّہ دیکر دوسروں کی ظلمتوں کے دُور کرنے کا باعث کر دیتا ہے۔ اِس طور سے وہ دُنیا کی زندگی اور دُنیا کا نُور بن جاتے ہیں۔ بد قسمت لوگ ان کو نہ پہچان کر مُردہ رہتے ہیں اور اندھیروں میں دن گزار کر اِس دُنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور

جہنم کے لائق ٹھہرتے ہیں۔

اِن کے علاوہ خدا تعالیٰ کی اور بھی بہت سی صفاتِ حسنہ ہیں ان سب کو پہچاننا اور خدا تعالیٰ پر سچا اور حقیقی ایمان رکھنا نجات کے لئے شرط ہے۔

خدا تعالیٰ کے بعد اس کے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ انہی کے ذریعے خدا اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ خدا کے کلام کے حامل ہوتے ہیں اور انسانوں کو ہدایت کے راستے بتاتے ہیں۔ اگر خدا اپنے رسولوں کو نہ بھیجتا تو کوئی شخص ہدایت نہ پا سکتا۔ قرآن کریم اس کی اہمیت اِن الفاظ میں بیان فرماتا ہے :-

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (النساء آیت ۱۵۱، ۱۵۲)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ اور رسولوں کے درمیان تفریق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض (رسولوں) کو مانیں گے اور بعض کا انکار کرینگے اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان درمیان کوئی راستہ اختیار کریں۔ وہ لوگ یقیناً پکے کافر ہیں۔ اور کافروں کے لئے ہم نے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔

پس خدا میں اور اس کے رسولوں میں یہ فرق کرنا کہ خدا کو تو مان لیا جائے لیکن رسولوں کا انکار کر دیا جائے یا رسولوں کا آپس میں فرق کرنا کہ کسی رسول پر ایمان لایا جائے اور کسی پر نہ لایا جائے ایسے لوگوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ پکے کافر ہیں اور اُن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار ہوگا۔ جو شخص اپنے زمانہ کے رسول کو شناخت نہیں کرتا وہ درحقیقت پہلے رسولوں کا بھی انکار کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ ان کے وقت میں ہوتا تو انہیں بھی شناخت نہ کر سکتا۔ جن صفات کے ساتھ خدا کے رسول متصف ہو کر آتے ہیں وہ ان سب میں مشترک ہوتی ہیں۔ پس جس نے ان صفات کو ایک جگہ نہیں پہچانا وہ انہیں دوسری جگہ بھی نہ پہچان سکتا۔

اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔ وہی ثابت کرتے ہیں کہ خدا حیّ و قیوم ہے اور اپنے صالح بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور اُن کی دعاؤں کو سُنتا اور اُن کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے۔ اگر نبی نہ آتے تو خدا کا کچھ بھی پتہ نہ چلتا۔ سو نبیوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا۔

نبیوں کے ساتھ ہی اُس **کلام** پر ایمان لانا بھی لازم ہے جو اُن پر خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور اپنے اندر خارق عادت اور معجزانہ خاصیات رکھتا ہے۔ اسی کلام سے خدا کا علم غیب ظاہر ہوتا ہے جو انسان کی طاقتوں سے بالکل باہر ہے۔ اس کلام سے خدا کی قدرت اور طاقت ظاہر ہوتی ہے جس کے آگے انسان کی کوئی حیثیت نظر نہیں آتی۔ اس کلام سے زندگی ملتی ہے جو کسی اور چیز سے نہیں ملتی۔ اس کلام سے خدا کی معرفت اور محبت نصیب ہوتی ہے جو انسان کی پیدائش کی علتِ غائی ہے۔ اس کلام میں ایک فصاحت اور چمک ہوتی ہے جس سے انسانی کلام خالی ہوتے ہیں۔ اس کلام میں معانی اور معارف کا دریا رواں ہوتا ہے جو انسانوں کو سیراب کرتا ہے اور ان کے فہموں کو تیز کرتا اور ان کی روحوں کو تر و تازگی بخشتا ہے۔ اس کلام میں انکی ساری بیماریوں کا علاج ہوتا ہے اور ان کی ساری ضرورتوں کا مداوا۔ سو یہ کلام اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے پھینک دیا جائے بلکہ اس کے ایک ایک حرف پر ایمان لانا زندگی پانے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ قرآن خدا کا ایسا ہی کلام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل شدہ کلام بھی انہی خصوصیات کا حامل ہے۔ اس کی پہچان سے قرآن پہچانا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نظر آتی ہے اور خدا کا چہرہ دکھائی دیتا ہے۔

فرشتوں پر ایمان بھی ایمان کی جزئیات میں سے ایک جزو ہے۔ فرشتے کثیف انسان اور نہایت درجہ لطیف در لطیف خدا کے درمیان واسطہ ہیں۔ جس طرح انسان اپنے اعضاء کے ذریعہ کام کرتا ہے خدا تعالےٰ فرشتوں کے ذریعہ کرتا ہے۔ اپنا کلام بھی وہ انہی کے ذریعہ نازل فرماتا ہے۔ وہ ان کے ذریعہ مومنوں کے دلوں کو تقویت دیتا ہے اور ضرورت کے وقت ان کی مدد کے لئے انہیں بھیجتا ہے۔ وہ ہر وقت دلوں کو نیک تحریکات کرتے ہیں تا انسان اپنے خالق اور مالک کی طرف رجوع کریں اور شیطان کے پنجہ سے نجات پائیں سو فرشتوں پر ایمان لانا نیکی کے لئے دلوں کو کھولنا اور خدائی مدد اور نصرت حاصل کرنے کے لئے آگے آنا ہے۔

اسی طرح **یومِ آخرت** پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں اللہ تعالےٰ نے محض اس چند روزہ زندگی کے لئے پیدا نہیں کیا جو دیکھتے دیکھتے ختم ہو جاتی ہے اور خواب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ہمارے لئے ایک ابدی زندگی رکھی ہے جو موت کے بعد ہمیں دی جائیگی۔ اس کے فکر اور تیاری کے لئے ہی دراصل یہ زندگی ہے۔ اگر ہم اخروی زندگی پر یقین نہ کریں اور موجودہ زندگی کو اس کی تیاری کے لئے خرچ نہ کریں تو اس سے بڑا خسارہ کوئی نہیں ہوگا۔ پھر تو گویا ہم نے ایک پیسے کی خاطر اربوں ارب روپوں کو چھوڑ دیا۔ ایک خواب کی طرح گزر جانے والی زندگی کو واقعی اور اصلی سمجھ لینا اور حقیقی اور ہمیشہ ہمیش رہنے والی زندگی کو وہمی خیال کر کے نظر انداز کر دینا انسان کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے۔

اس سے انکار کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے اپنے آپکو جہنم کی آگ میں ڈالتا ہے۔ اسی لئے اس پر ایمان لانے کے لئے قرآن کریم نے بے حد زور دیا ہے۔ اس پر ایمان بھی ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ اس کی موجودہ زندگی کو بے لذت کردے اور اسے اخروی زندگی کے لئے ہر وقت فکر مند رکھے کیونکہ مرنے کے بعد انسان نے لوٹ کر اس دنیا میں نہیں آنا کہ وہ اس کمی کو پورا کر سکے۔

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس پر، اس کے نبیوں پر، اس کے کلام پر، فرشتوں پر اور آخرت پر ایمان حقیقی اور واقعی ہو، تا اس کے نتیجہ میں عمل صالح کے لئے حرکت اور جوش پیدا ہو۔ مُردہ ایمان کوئی چیز نہیں اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ حقیقی ایمان ان تمام چھپی ہوئی حقیقتوں کو انسان کے سامنے لے آتا ہے جو اُس پر حد درجہ اثر انداز ہوتی ہیں اگرچہ نظروں سے اوجھل۔ ایمان سے وہ خدا کو بھی پہچان لیتا ہے، خدا کے فرستادوں کو بھی شناخت کر لیتا ہے، اس کے کلام کی لذتوں سے بھی بہرہ ور ہوتا ہے، اس کے فرشتوں کی تحریکات کے لئے بھی منتظر رہتا ہے اور آخرت کی تیاری کے لئے کمربستہ ہو جاتا ہے لیکن محض رسمی اور مُردہ ہو تو بالکل بے سُود ہے۔

ایمان میں اس زندگی اور تروتازگی کے پیدا کرنے کے لئے بعض ذرائع کے اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں سے زیادہ اہم یہ ہیں :-

۱۔ صحبتِ صالحین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اس زمانہ میں خلیفۂ وقت کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ بیٹھنا ایمان کی تقویت کا بہت بڑا موجب ہے۔ خلیفۂ وقت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا سلوک بہت امتیاز رکھتا ہے اور پاس بیٹھنے والا اللہ تعالیٰ کے نشان دیکھتا ہے اور ان سے ایمان کو مضبوط کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے صلحاء پیدا کئے ہیں انکی صحبت میں بیٹھنے والا بھی ایمان میں ترقی پاتا ہے۔

۲۔ قرآن کریم کا مطالعہ اور اس کے مطالب پر غور و فکر اور اس کو بار بار پڑھنا ایمان پیدا کرنے اور اس کو نشو و نما دینے کا اصل ذریعہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے وہ سارے محرک بھر دیئے ہیں جو ایمان کو حرکت دینے اور اس کی تکمیل کے لئے درکار ہیں۔ صحبتِ صالحین سے قرآن کریم کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ احادیثِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے کلامِ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص تاثیر رکھی ہے۔ آپ نے بڑی بڑی حکمت کی باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ان سے نفس کا تزکیہ ہوتا ہے اور ایمان پرورش پاتا ہے۔

۴۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ آپ کی کتابیں دراصل قرآن کریم کی بے نظیر تفسیر ہیں۔ ایسے

معارف بکھیرتی ہیں کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں لیکن وہ ختم نہیں ہوتے۔ اس زمانہ کی سب زہروں کے تریاق ان کتابوں میں ہیں۔

۵۔ بزرگانِ اُمت کی کتابیں بھی اپنے اندر بہت فوائد رکھتی ہیں اور ایمان کو مضبوط کرتی ہیں۔

(۲) اعمالِ صالحہ۔ قرآن کریم میں ہر جگہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کو لازم کیا گیا ہے۔ ایمان کا نتیجہ اعمالِ صالحہ کی شکل میں ظاہر نہ ہو تو ایمان مُردہ ہے۔ اعمالِ صالحہ ایمان کو سینچتے ہیں تب وہ تقویٰ، معرفتِ الٰہی اور محبتِ الٰہی کے شیریں پھل دیتا ہے۔ یہی پھل انسان کے لئے آخرت میں متمثّل کئے جائیں گے۔

اعمالِ صالحہ کی پُوری تفصیل قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ سات سَو کے قریب احکام ہیں جو سب اعمالِ صالحہ کو بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ زیادہ تر اللہ تعالیٰ کے متعلق ہیں جیسا کہ نماز، روزہ، حج، انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ۔ اور کچھ زیادہ تر انسانوں کے متعلق ہیں جیسا کہ زکاۃ، عفّت یعنی جنسی پاکیزگی، سچ بولنا، دیانت و امانت، اخوّت، ہمدردیٔ مخلوق، حسنِ اخلاق، عجز، اطاعتِ والدین وغیرہ۔ ان سب پر نظر رکھنا اور ان کو ایسے طور سے بجا لانا کہ وہ تقویٰ کی رُوح پیدا کر سکیں اور انسان فی الحقیقت خدا اور آخرت کو اِس دُنیا کی زندگی اور خواہشات پر مقدّم کرے فلاحِ ابدی کے لئے ضروری ہے، اس کے بغیر کام نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصولی طور پر فرماتا ہے وَ جَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ (سورہ حج آخری آیت) کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کے لئے وہ کوشش کرو جو اُس کے کرنے کا حق ہے۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اُخروی زندگی کی اہمیت تقاضا کرتی ہے۔ پھر گوہرِ مقصود مل سکے گا۔ دُنیا میں چھوٹے چھوٹے مقاصد کے حصول کے لئے اور ایک عارضی سا آرام پانے کے لئے انسان کس قدر تکلیفیں اُٹھاتا اور ذلّتیں برداشت کرتا ہے تو پھر اس ابدی آرام کے حاصل کرنے کے لئے اسے کیا کچھ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

(سورہ توبہ آیت ۱۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو اِس وعدہ کے ساتھ خرید لیا ہے کہ ان کو جنّت ملے گی۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جنّت کی قیمت بیان فرمائی ہے۔ جو یہ قیمت ادا کرتا ہے وہی اللہ کے فضل سے جنّت کا حقدار بنتا ہے۔ اپنی نفسانی خواہشات کی قربانی دینے اور اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے بغیر جنّت کا امیدوار بننا اپنے آپ کو بے وقوف بنانا ہے۔ یہ قیمت ادا کریں

اور پھر خدا کے فضل سے امید رکھیں۔ اور یہ بھی نہ بھولیں کہ پھر بھی یہ بے انتہا سستا سودا ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے :۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (سورہ توبہ آیت ۲۴)

ترجمہ۔ تُو مومنوں سے کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ دادے اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے دوسرے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارتیں جن کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکان جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے کی نسبت زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنے فیصلہ کو ظاہر کر دے۔ اور اللہ اطاعت سے نکلنے والی قوم کو کبھی کامیابی کا راستہ نہیں دکھاتا۔

یہ آیت ایک رنگ میں اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ والی آیت کی تشریح ہے کہ نفسوں اور اموال کے خرید لینے سے کیا مراد ہے۔

سو یہ معیار ہے جس پر اللہ تعالیٰ ہمیں لانا چاہتا ہے پیشتر اس کے کہ ہم جنت کے امیدوار ہوں۔ یہ راہ تنگ ہے لیکن اگر کسی کو دائمی آرام اور راحت اور اللہ تعالیٰ کے سائے کے نیچے آجانے کی ضرورت کا احساس ہے تو اُسے اِس راہ سے گزرنے کے بغیر چارہ نہیں۔

یہ راہ تنگ ہے، پہ یہی ایک راہ ہے ÷ دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے
(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"جب تک استقامت نہ ہو بیعت بھی ناتمام ہے"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۹۸)

دنیا پر عنقریب ایک ہولناک عذاب آنیوالا ہے

سائنسدانوں اور طبقات الارض کے ماہروں کا ایک اہم انتباہ!

گزشتہ کئی شماروں میں ہم نے مشہور امریکی رسالہ "دی پلین ٹروتھ" کے ایڈیٹر مسٹر ہربرٹ ڈبلیو آرمسٹرانگ کے ایک مضمون کے حوالہ سے (جو رسالہ مذکور کے ستمبر ۱۹۶۸ء کے شمارہ میں شائع ہوا تھا) مغربی ممالک میں فحاشی کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے متعلق بعض نہایت ہی دلدوز واقعات پر روشنی ڈالی تھی اور اس امر کی طرف اشارہ کیا تھا کہ گناہوں کی بے انداز کثرت اور اس کے ہولناک نتائج کی وجہ سے وہاں کے معاشرہ میں بگاڑ و فساد کی جو انتہائی گھناؤنی صورتِ حال پیدا ہو چکی ہے وہ پکار پکار کر عذاب الٰہی کو دعوت دے رہی ہے۔ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ وہاں کسی حد تک اخلاقی اقدار کا پاس کرنے اور ازمنہ گزشتہ میں نافرمان و بدکردار قوموں کی تباہی پر نظر رکھنے والے بعض دردمند افراد خود یہ محسوس کر رہے ہیں کہ موجودہ معصیت نواز معاشرہ کی بدولت مغربی اقوام کا موردِ عذابِ الٰہی ہونا یقینی ہے۔

اس ضمن میں ہم نے رابرٹ ای۔ گینٹٹ (Robert E. Gentet) کے ایک مضمون کا بھی اشارۃً ذکر کیا تھا جو رسالہ مذکور کے ستمبر ۶۸ء کے شمارہ میں ہی شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے سائنسدانوں اور طبقات الارض کے بعض ماہروں کی جدید تحقیقات کی رُو سے زیرِ زمین رونما ہونے والی عجیب و غریب انقلابی کیفیات کا ذکر کرکے خبردار کیا ہے کہ دنیا پر عنقریب ایک ہولناک عذاب آنے والا ہے اور یہ عذاب نتیجہ ہوگا بڑھتی ہوئی فحاشی و بے حیائی اور گناہوں کی بے انداز کثرت کا۔ مسٹر گینٹٹ کا یہ مضمون خاص اہمیت کا حامل ہے کیونکہ انہوں نے مغربی دنیا کے موجودہ حالات اور آنے والے ہولناک عذاب کو مسیح کی آمدِ ثانی کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ ذیل میں ہم مسٹر گینٹٹ کے مذکورہ مضمون کے بعض اہم اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

جہاں تک سائنسدانوں کی تحقیق کی رُو سے زیرِ زمین رُونما ہونے والی انقلاب انگیز تبدیلیوں کا

(Deception Island) ڈی سیپشن آئی لینڈ جو ایک جزیرے میں ہے کہ قطب جنوبی کے ایک جزیرے میں جو ڈی سیپشن آئی لینڈ
تعلق ہے ان کی نوعیت یہ ہے کہ قطب جنوبی کے ایک جزیرے میں جو ڈی سیپشن آئی لینڈ (Deception Island) کہلاتا ہے اور جو جنوبی امریکہ کے آخری سرے سے چھ سو میل جنوب میں واقع ہے دسمبر ۱۹۶۷ء میں یکایک انتہائی خوفناک دھماکہ کے ساتھ آتشگیر مادہ اُبل پڑا جس نے سارے قطب جنوبی کو ہلا کر رکھ دیا اور یہ آتشگیر مادہ اس قدر زیادہ مقدار میں نکلا کہ اس کے سمندر میں گرنے اور وہاں گر کر ٹھنڈا ہونے سے سطح سمندر پر نصف میل لمبا ایک نیا جزیرہ اُبھر آیا۔ قطب جنوبی کا سارا علاقہ ابتداء ہی سے زلزلوں اور زیرِ زمین دھماکوں وغیرہ سے یکسر محفوظ چلا آرہا تھا اور اس علاقہ کے متعلق سائنسدانوں کا نظریہ یہ تھا کہ یہ زیرِ زمین تبدیلیوں سے یکسر پاک ہے۔ اس دھماکہ اور اس کے نتیجہ میں اس قدر زیادہ مقدار میں آتش گیر مادہ نکلنے پر وہ سائنسدان جو قطب جنوبی کے بارہ میں تحقیقات کر رہے ہیں اور جنہوں نے مذکورہ جزیرہ میں باقاعدہ ایک تحقیقاتی مرکز قائم کر رکھا ہے چونک اُٹھے ہیں اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کُرۂ ارض کے دوسرے علاقوں میں زیرِ زمین بہت خوفناک قسم کی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں جن کے نتیجہ میں اس قسم کا ہولناک زلزلہ آئے گا جو شاید پورے کُرۂ ارض کو ہلا کر رکھ دے اور عجب نہیں کہ کُرۂ ارض کی ہیئت ہی یکسر بدل جائے۔ اس کے ثبوت میں مسٹر گینٹٹ نے اپنے مضمون میں کیلیفورنیا یونیورسٹی کے علم طبقات الارض کے ایک سابق پروفیسر ڈاکٹر پیری بائرلے (Dr. Perry Byerly) کا ایک بیان درج کیا ہے جس میں پروفیسر مذکور نے لکھا ہے:۔

"عالمگیر سطح پر اندر ہی اندر کچھ ہو رہا ہے لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی نوعیت کیا ہے..... ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہے لیکن نظر یہ آرہا ہے کہ عظیم طاقتیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہوئی برسرِکار ہیں اور ہمارے براعظموں کو ایک نہ ایک سمت میں کھینچ لے جانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ یہ سب کچھ زمین کے نیچے ہونیوالے تغیرات کی بدولت ہے۔ ایک ہولناک دباؤ یا بوجھ ہے جو آپ ہی آپ ایک ہی مقام پر مجتمع ہو رہا ہے....." (بحوالہ "دی پلین ٹروتھ" ستمبر ۶۸ء صفحہ ۱۴)

پروفیسر مذکور کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر گینٹٹ اپنے مضمون میں رقمطراز ہیں:۔

"زیرِ زمین جو کچھ ہو رہا ہے طبقات الارض کا علم اس کی ماہیت کو سمجھنے سے قاصر ہو تو ہو لیکن آپ لوگ اس کی ماہیت کو سمجھ سکتے ہیں۔ آپ جان سکتے ہیں کہ اس سے کس (ہولناک) انجام کی نشاندہی ہوتی ہے....."

اب تک خدا اپنے خاص بندوں کی وساطت سے الفاظ میں ڈھلے ہوئے پیغام کے ذریعہ دنیا کو خبردار کرتا رہا ہے۔ اس قسم کے انتباہ کا زمانہ اب قریباً ختم ہو چکا ہے۔ خدا اب اس باغی اور نافرمان دنیا سے عنقریب ایک ایسی زبان میں ہمکلام ہونے والا ہے کہ جسے وہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے۔ خدا دنیا کو ہلانے اور جھنجھوڑنے والا ہے۔

لوگ خدا کی دی ہوئی مہلت کو بے رُخی اور لاتعلقی پر محمول کر بیٹھتے ہیں۔ وہ جھٹ یہ باور کر لینا چاہتے ہیں کہ خدا اس دنیا سے بے تعلق ہو بیٹھا ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی موت آپ مر چکا ہے لیکن انہیں اب زیادہ عرصہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ وقت آتا ہے کہ وہ خدا کی طاقت کو محسوس کرنے پر ہی مجبور نہیں ہوں گے بلکہ اپنی ان آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کریں گے ——— الحذر! الحذر!

خدا گناہ پر کبھی راضی نہیں ہوتا اور اس بارہ میں مفاہمت پر کبھی آمادہ نہیں ہوا کرتا۔ زمین کی اونچی نیچی اور اُلجھی ہوئی سطح کو دیکھ کر جو کھربوں کھرب مُردہ اجسام کے بدلے ہوئے ذرّات سے مل کر بنی ہے۔ ہم پر یہ حقیقت منکشف ہو جانی چاہیئے تھی کہ بالآخر گناہ کی پاداش بھگتنا ہی پڑتی ہے لیکن لوگوں نے یکسانیت اور ارتقاء ایسے نظریات، کی من گھڑت داستانوں کے چکّر میں پھنس کر اپنے آپ کو اندھا کر لیا (یعنی وہ بصیرت سے یکسر عاری ہو بیٹھے) چٹانیں کس طرح معرضِ وجود میں آئیں؟ اگر سائنسدان خود فریبی میں مبتلا نہ ہوتے تو وہ اس امر پر ہی غور کر کے ان چٹانوں سے سبق حاصل کر سکتے تھے۔

بائیبل میں مسیح کی آمدِ ثانی سے معاً قبل اور اس کے ظہور کے وقت زمین پر خدا کی بادشاہت قائم کرنے کی غرض سے ہولناک زلزلوں کی پیشگوئی موجود ہے۔ بائیبل کا یہ نوشتہ پڑھو ——— "قوم قوم پر چڑھائی کرے گی اور ایک بادشاہت دوسری بادشاہت پر چڑھ دوڑے گی" ——— یعنی وہ زمانہ عالمی انقلاب اور قوموں کے درمیان جنگ و جدال کا زمانہ ہوگا۔ پھر لکھا ہے ——— "جگہ جگہ کال پڑیں گے، وبائیں پھوٹیں گی اور بھونچال آئیں گے۔" (متی باب ۲۴، آیت ۷) اور لوقا کی انجیل باب ۲۱ آیت ۱۱ میں مزید لکھا

ہے ـــــ "اور بڑے بڑے بھونچال آئیں گے" ـــــ اور یوحنا کو قریب مستقبل میں پوری ہونے والی یہ پیشگوئی لکھنے کا حکم ملا (یہاں قریب مستقبل سے مراد وہ وقت ہے جبکہ مادی تہذیب اپنے عروج کو پہنچ جائے گی) ـــــ "ایک ایسا بڑا بھونچال آیا کہ جب سے انسان زمین پر پیدا ہوئے ایسا بڑا اور سخت بھونچال کبھی نہ آیا تھا ..... اور ہر ایک ٹاپو (جزیرہ) اپنی جگہ سے ٹل گیا" ـــــ یعنی پانی بھر جانے سے غرق ہو گیا ـــــ "اور پہاڑوں کا پتہ نہ لگا کہ وہ کدھر گئے" ـــــ یعنی وہ ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر آ رہے (مکاشفہ باب ۱۶ آیات ۱۸، ۲۰)۔ موجودہ نسل کے لئے مقدر ہے کہ وہ یہ ہولناک زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ذرا اُس وقت کو تصور میں لاؤ! نہ کوئی ہمالیہ ہے نہ الپس کا سلسلۂ کوہ اور دوسرے پہاڑ جو بارش کو صحراؤں تک پہنچنے سے روک سکیں "کوئی تعجب نہیں کہ بیابان اور ویرانے شادماں ہوں گے اور دشت خوشی کرے گا اور نرگس کی مانند شگفتہ ہو گا۔" (یسعیاہ باب ۳۵ آیت ۲)

زمین متوالے کی طرح ڈگمگائیگی اور جھونپڑی کی طرح آگے پیچھے سرکائی جائیگی کیونکہ اسکے گناہ کا بوجھ اس پر بھاری ہوا۔ وہ گرے گی اور پھر نہ اُٹھے گی (یسعیاہ باب ۲۴ آیت ۲۰) ربّ الافواج کے غضب سے اور اس کے قہرِ شدید کے زور سے زمین اپنی جگہ سے جھٹکی جائیگی (یسعیاہ باب ۱۳ آیت ۱۳) اور شاید اپنے موجودہ محور سے ہٹ جائے گی۔

اِس مرتبہ خدا اُن لوگوں کو بھی متوجہ ہونے پر مجبور کر دیگا جو سرے سے توجہ نہ کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ خدا سب اُستادوں کا اُستاد اور سب واعظوں سے بڑھ کر واعظ ہے۔ وہ دوسرے اُستادوں کی طرح اس شخص کو کیا پڑھائے اور کیا سکھائے جو سرے سے توجہ ہی نہیں دیتا۔ انسان نے کان دھرنے اور سُننے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ خدائی نوشتوں کو پڑھنے اور اطاعت بجا لانے سے انکاری ہے۔

عاموس کی کتاب موجودہ زمانہ کے بارہ میں پیشگوئی کا درجہ رکھتی ہے۔ بہت سی قوموں کے لئے اس میں ایک انتباہ ہے بالخصوص اسرائیل اور یہودہ کے گھرانوں کے دس قبائل کی موجودہ نسلوں سے اس انتباہ کا براہِ راست تعلق ہے (عاموس باب ۹ آیات ۱۲، ۱۳) ان میں برطانیہ اور اس کی دولتِ مشترکہ نیز امریکہ اور یہودی قوم جو فی زمانہ اسرائیل کہلاتی ہے شامل ہیں۔ خدا اب ہمارے زمانہ کی اقوام کو گھٹنوں کے بل جھکانا اور انہیں صراطِ مستقیم پر دوبارہ گامزن کرنا چاہتا ہے۔ وہ اب پھر خشک سالی، اور طوفانوں (عاموس باب ۴ آیات ۷ تا ۹) جنگوں مثلاً ویتنام اور کوریا (عاموس باب ۴ آیت ۱۰) اور آتش فشانی اور زلزلوں سے کام لینا چاہتا ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے کام

لیکر وہ ماضی میں نافرمان اور بدکردار بستیوں کو تباہ کیا کرتا تھا۔ (عاموس باب ۹ آیت ۱۱)
جب خدا ان چیزوں سے کام لے گا تو آسمانی صداقت کا تمسخر اڑانے اور استہزا کرنے کی لوگوں میں جرأت نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور قدرت کے مابعد الطبیعیاتی ظہور پر اس لرزہ براندام سیارے یعنی کرۂ ارض کی قومیں اور ان کے افراد خوفزدہ ہوئے بغیر نہ رہیں گے۔ صرف اور صرف اُس وقت کہ جب لوگ گھٹنوں کے بل جھک کر خدا کی جناب میں تذلّل و انکسار اختیار کریں گے زمین خدا تعالیٰ کی طاقت اور اس کی صفات کی معرفت سے اس طرح معمور ہو جائیگی جس طرح سمندر پانی سے لبریز ہیں (یسعیاہ باب ۱۱ آیت ۹)۔ (دی پلین ٹروتھ ستمبر ۶۸ء صفحہ ۱۱، ۱۵)

افسوس یہ ہے کہ آنے والے ہولناک عذاب سے ایک دنیا کو خبردار کرنیوالے مسٹر رابرٹ ای گینیٹ خود اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی جس کا پیش خیمہ وہ اس متوقع عذاب کو قرار دے رہے ہیں پہلے ہی ظہور میں آچکی ہے اور چند سعید الفطرت لوگوں کو چھوڑ کر وہ خود اور انکی طرح مغرب کی عیسائی اقوام کے کروڑوں افراد ابھی تک اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے غافل اور لاپرواہ ہیں۔ اب دنیا پر آنے والے ہولناک عذاب کے متعلق صرف بائیبل کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ہی سوال نہیں ہے بلکہ اقوام عالم کے لئے اور ان میں یقیناً مغرب کی عیسائی اقوام بدرجہ اولیٰ شامل ہیں اُس زبردست پیشگوئی پر کان دھرنے کی ضرورت ہے جو بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے مسیح موعود کی حیثیت سے دنیا میں مبعوث ہو کر آج سے قریباً ۶۳ سال قبل اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر کی تھی۔ اس الٰہی انذار کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں رقم فرمایا:۔

"یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہونگے اور اسقدر موت ہو گی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اُس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اسقدر سخت تباہی آئے گی کہ اُس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہو گی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہونگی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہو گا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائینگے اور بہتیرے ہلاک ہو جائینگے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے

پڑہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہونگی، کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ اور توبہ کرنے والے امان پائینگے اور جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائیگا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہوگے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہو گا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا مُنہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چُپ رہا، مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پُورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی؛ اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷)

سائنسدانوں اور طبقات الارض کے ماہروں نے تو اب آکر اُن قدرتی اسباب کا پتہ لگانے کے بعد جو اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور اس کے خاص ارادے سے زیر زمین رونما ہو رہے ہیں دنیا پر ایک انتہائی ہولناک عذاب آنے کے بارہ میں انتباہ کیا ہے اور اس پر مسٹر

رابرٹ ای گینٹ اور اُن ایسے دیگر درد مند عیسائیوں کے کان کھڑے ہوگئے ہیں لیکن مسیح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ظاہری اسباب کا قطعاً کوئی علم نہ ہونے کے باوجود محض اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر آج سے ۶۳ سال قبل ہی ایک ہولناک ترین عالمگیر عذاب کے نازل ہونے کی خبر دیدی تھی۔ سائنسدانوں اور طبقات الارض کے ماہروں کے حالیہ انکشاف کی حیثیت اس خدائی انذار کی تائید سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ امریکہ، یورپ اور ایشیا کی اقوام نیز جزائر کے رہنے والے اس خدائی انذار کی طرف متوجہ ہوں اور مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا میں بیان کردہ صداقت پر غور کر کے ان مکروہ کاموں سے باز آئیں جو خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والے ہیں اور سیلاب بلاخیز کی صورت میں بالخصوص مغربی دنیا کو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک روحانی لحاظ سے پامال کر رہے ہیں۔ جب تک وہ اس خدائی انذار سے خبردار ہو کر مکروہ کاموں سے باز نہیں آئیں گے اور قبولِ حق کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر خدائے قادر و توانا کی جناب میں نہیں جھکیں گے کوئی تدبیر اور کوئی حیلہ انہیں اس آنے والے ہولناک ترین عذاب سے بچا نہ سکے گا۔ اسی لئے حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام نے ایک دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے ؎

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے　＊　ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قبل اس کے کہ اس ہولناک تباہی سے متعلق خدائی نوشتے پورے ہوں اقوامِ عالم اور بالخصوص مغربی اقوام کی آنکھیں کھلیں، انہیں جنابِ الٰہی سے بصیرت عطا ہو اور وہ دیوانہ وار دوڑتے ہوئے عافیت کے اس خدائی حصار میں آ داخل ہوں تا امان پانے والوں میں شمار ہوں نہ اُن میں جن کے لئے شومیٔ قسمت سے عذابِ الٰہی کا مورد بننا مقدر ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کشتیٔ نوح، اس حصارِ عافیت اور اس مکانِ محبت سرا کی حقیقی قدر پہچاننے اور اس کے طفیل میسر آنے والی پناہ و حفاظت اور امن و عافیت سے بہرہ ور ہونے کی توفیق سے نوازے۔ آمین یا ارحم الرّاحمین ＊

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"مامور من اللہ کی صداقت کا بڑا نشان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو غیب کی خبریں دیتا ہے اور پھر ان خبروں میں ایک طاقت ہوتی ہے جو دوسروں کو نہیں دی جاتی۔"

ضمیمہ ماہنامہ "انصار اللہ" بابت ماہ احسان ۱۳۴۸ ہش / جون ۱۹۶۹ء

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی اول سنہ ۱۳۴۸ ہش / ۱۹۶۹ء

مورخہ ۲۱/۳/۶۹ اور ۲۳/۳/۶۹ بروز جمعہ و اتوار اراکین انصار اللہ کا امتحان ہوا جس کے لئے نصاب قرآن کریم نصف اول پارہ دہم اور ترجمہ نماز نیز سونے سے قبل کی دعا بطور نصاب مقرر تھیں۔ کل ۳۲۸ اراکین شامل امتحان ہوئے مکرم ماسٹر ضیاء الدین صاحب محمود آباد سٹیٹ ضلع تھرپارکر اول اور مکرم حکیم مرغوب اللہ صاحب رکن مجلس شیخوپورہ دوم قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے آمین۔

حبیب اللہ خان قائد تعلیم مجلس انصار اللہ مرکزیہ

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱	دار العلوم ربوہ	مکرم عنایت اللہ صاحب	دوم
۲	"	" فضل الٰہی صاحب	اوّل
۳	"	" محمد اقبال حسین صاحب	"
۴	"	" شیخ عطاء اللہ صاحب	"
۵	دار النصر غربی	" عبد المجید خان صاحب	"
۶	"	" عبد الستار صاحب ناصر	"
۷	"	" حکیم نذیر احمد صاحب	"
۸	شیخوپورہ	" احمد علی خان صاحب	"
۹	"	" مرزا جان عالم بیگ صاحب	"
۱۰	"	" شیخ گلزار محمد صاحب	"
۱۱	"	" حکیم مرغوب اللہ صاحب دوم	"
۱۲	"	" بشیر احمد صاحب قریشی	"
۱۳	گوجرہ	" محمد الدین صاحب	دوم
۱۴	لائل پور	" مرزا محمد لطیف صاحب	اوّل
۱۵	"	" مرزا غلام مصطفیٰ صاحب	"
۱۶	"	" چوہدری عبد العزیز صاحب	"
۱۷	"	" نصرت جہاں صاحبہ	"
۱۸	چک ۲۷۰ کا چیلی (تھرپارکر)	مکرم صوفی غلام محمد صاحب	"
۱۹	سکھر	قریشی عبد الرحمٰن صاحب	اوّل
۲۰	"	مکرم احمد فخر الدین صاحب	"
۲۱	"	" حنیف الرحمٰن صاحب	"
۲۲	"	" محمد رفیع صوفی صاحب	"
۲۳	گمولہ درکاں گوجرانوالہ	" نور محمد صاحب	"
۲۴	"	" ماسٹر بشیر احمد صاحب	"
۲۵	"	" خواجہ عبد العزیز صاحب	"
۲۶	محمود آباد سٹیٹ تھرپارکر	" ماسٹر ضیاء الدین صاحب اوّل	"
۲۷	ترگڑی (گوجرانوالہ)	" ملک محمد الدین صاحب	"
۲۸	"	" محمد اسمٰعیل صاحب	"
۲۹	پشاور	" محمد الطاف صاحب	"
۳۰	"	" میاں عبد الرفیق صاحب	"
۳۱	"	" بختیار احمد صاحب	"
۳۲	"	" عبد الکریم صاحب	"
۳۳	"	" شیخ محمود احمد صاحب	"
۳۴	"	" شاہد احمد صاحب	"
۳۵	"	" عبد الحمید صاحب	"
۳۶	"	" منیر احمد صاحب	"

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۹۴	باغبانپورہ لاہور	مکرم عبد الرحمن صاحب	اوّل
۹۵	ٹبی سر روڈ	" نصیر احمد صاحب	"
۹۶	(تھرپارکر)	" احسان اللہ صاحب	"
۹۷	"	" ملک محمد سعد صاحب	"
۹۸	بہاولنگر شہر	" محمد خان صاحب ایڈووکیٹ	"
۹۹	"	" چوہدری غلام نبی صاحب	"
۱۰۰	"	" شیخ اقبال الدین صاحب	"
۱۰۱	"	" ملک دولت محمد صاحب	"
۱۰۲	"	" محمد بشیر صاحب فاروقی	"
۱۰۳	"	" محمد عباس صاحب فاروقی	دوم
۱۰۴	"	" انور احمد خان صاحب	اوّل
۱۰۵	باڈہ ممتی	" محکم الدین صاحب	"
۱۰۶	سکھر	" ایم محمد افضل صاحب	اوّل
۱۰۷	دوالمیال (جہلم)	" میجر ملک حبیب اللہ خان صاحب	"
۱۰۸		" ملک نور الحق صاحب	"
۱۰۹	"	" " احمد خان صاحب	"
۱۱۰	جھنگ صدر	" احمد الدین صاحب	"
۱۱۱	"	" ایم علی محمد صاحب	"
۱۱۲	"	" محمد حسین صاحب اکونٹنٹ	"
۱۱۳	نامعلوم	" محمد بخش صاحب	"
۱۱۴	کنری	" سید سعید احمد صاحب	"
۱۱۵	تھرپارکر	" عطا اللہ صاحب	"
۱۱۶	"	" فضل دین صاحب طارق	"
۱۱۷	"	" عبد الغفور صاحب بھٹی	"
۱۱۸	"	" ماسٹر فضل کریم صاحب	"
۱۱۹	"	" " بشیر حسین صاحب	"
۱۲۰	گولیکی گجرات	" پیر فیض عالم صاحب	"
۱۲۱	"	" خوشی محمد صاحب	"
۱۲۲	"	" پیر محمد اکبر سقراط صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۲۳	گولیکی گجرات	مکرم پیر محمد اکبر شاہ صاحب	اوّل
۱۲۴		" ماسٹر اللہ دتہ صاحب	"
۱۲۵	محمود آباد جہلم	" غلام مصطفےٰ صاحب	"
۱۲۶		" عبد الستار صاحب	"
۱۲۷		" راجہ فضل احمد صاحب	سوم
۱۲۸	میکوال	" نذیر احمد صاحب	"
۱۲۹	(جہلم)	" محمد حسین صاحب	دوم
۱۳۰	"	" ملک مبارک احمد صاحب	اوّل
۱۳۱	گوجر خان (راولپنڈی)	" خواجہ ظہور الدین صاحب	"
۱۳۲	نور آباد (لاڑکانہ)	" مولوی محمد انور صاحب اثیر	"
۱۳۳	حیدر آباد	" کیپٹن ڈاکٹر عبد السلام خان صاحب	دوم
۱۳۴	"	" شوکت حسین صاحب شاد	اول
۱۳۵	"	" عبد القیوم صاحب	"
۱۳۶	سیالکوٹ	" چوہدری اللہ دتا صاحب	دوم
۱۳۷	"	" مولوی برکت اللہ صاحب اعوان	اول
۱۳۸	"	" محمد احمد صاحب قمر سنوری	"
۱۳۹	شادیوال	" محمد شفیع صاحب	"
۱۴۰	"	" علی محمد صاحب گوندل	"
۱۴۱		" حکیم سراج دین صاحب	"
۱۴۲	لائل پور	" فضل دین صاحب ننگولا	"
۱۴۳	"	" رحمت اللہ صاحب ڈوگر	"
۱۴۴	منڈی بہاؤ الدین	" چوہدری نذیر احمد صاحب	"
۱۴۵	غلہ منڈی ربوہ	" " فضل الٰہی صاحب	"
۱۴۶	رحمت بازار "	" منشی عبد الغنی صاحب	"
۱۴۷	دار الرحمت غربی	" حکیم عبد الرحمن شاہ صاحب	"
۱۴۸	"	" کیپٹن محمد سعید صاحب	"
۱۴۹	"	" خان میر خان صاحب	دوم
۱۵۰	دار النصر شرقی	" مولوی نور احمد صاحب	اول

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۵۱	دار الصدر شرقی	مکرم صوفی رمضان علی صاحب	اوّل
۱۵۲	"	" سید عبدالسلام صاحب	"
۱۵۳	"	" نور احمد مختار عالم	"
۱۵۴	"	" مختار احمد صاحب ہاشمی	"
۱۵۵	"	" ماسٹر حمید احمد صاحب سنیاسی	"
۱۵۶	"	" خواجہ عبیداللہ صاحب	"
۱۵۷	"	" محمد دین صاحب	"
۱۵۸	دار الصدر غربی ب	" محمد عالم صاحب	"
۱۵۹	"	" غلام محمد صاحب	"
۱۶۰	"	" محمد حسین صاحب	"
۱۶۱	"	" محمد احمد صاحب	"
۱۶۲	" الف	" مقبول احمد صاحب بھٹی	"
۱۶۳	" "	" عبدالسلام صاحب "	"
۱۶۴	" " ب	" حاجی رشید احمد صاحب	"
۱۶۵	" "	" چوہدری محفوظ الرحمٰن صاحب	دوم
۱۶۶	" "	" میجر عبدالحمید صاحب	اول
۱۶۷	"	" عبدالرحمٰن صاحب دہلوی	"
۱۶۸	" "	" محمد شریف صاحب ہاشمی	"
۱۶۹	" "	" ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب	"
۱۷۰	" "	" چوہدری محمد ابراہیم صاحب رشید	"
۱۷۱	" " "	" اللہ بخش صاحب	"
۱۷۲	" "	" فضل دین صاحب	"
۱۷۳	" "	" چوہدری ظفر احمد خان صاحب	"
۱۷۴	" "	" حکیم رحمت اللہ صاحب	"
۱۷۵	دار الیمن غربی	" محمد شفیع صاحب زبیر	"
۱۷۶	"	" حسن محمد صاحب	"
۱۷۷	"	" منشی سردار محمد صاحب	"
۱۷۸	"	" مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	"
۱۸۹	دار الرحمت وسطی	" عطاء الرحمٰن صاحب	"
۱۸۰	"	" سردار محمد احمد صاحب	دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۱۸۱	دار الرحمت وسطی	مکرم عبدالقیوم صاحب خواجہ	اوّل
۱۸۲	"	" ماسٹر عبدالکریم صاحب	"
۱۸۳	"	" قریشی محمد عبداللہ صاحب	"
۱۸۴	"	" محمد شفیع صاحب	"
۱۸۵	"	" صوفی خدا بخش صاحب عبید زیروی	"
۱۸۶	[illegible]	" عبدالرحمٰن صاحب	"
۱۸۷	" بھوراگی	" حفیظ اللہ صاحب	"
۱۸۸	" پرانی غلہ منڈی	" منشی محمد خان صاحب	"
۱۸۹	" مسجد فضل	" بشیر احمد صاحب حوالدار پنشنر	دوم
۱۹۰	"	" شیخ محمد یوسف صاحب	اوّل
۱۹۱	"	" عبدالرحیم صاحب	دوم
۱۹۲	"	" فضل کریم صاحب	اوّل
۱۹۳	"	" چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب	"
۱۹۴	"	" ڈاکٹر محمد امین صاحب	"
۱۹۵	"	" شیخ عبدالقادر صاحب	"
۱۹۶	طارق آباد	" پیر عبدالرحمٰن صاحب	"
۱۹۷	مسجد فضل	" محمد رفیع صاحب ناصر	دوم
۱۹۸	پیپلز کالونی	" چوہدری احمد دین صاحب	اول
۱۹۹	"	" " عبدالغنی صاحب	"
۲۰۰	"	" ڈاکٹر محمد طفیل صاحب	"
۲۰۱	"	" محمد حسین شاہ صاحب	"
۲۰۱A	"	" چوہدری عبدالکریم صاحب	"
۲۰۲	"	" میاں محمد یعقوب صاحب	"
۲۰۳	"	" قاری عبدالرشید صاحب	"
۲۰۴	"	" چوہدری عبدالرحمٰن صاحب بہلولپوری	"
۲۰۵	"	" " عبدالرشید صاحب بھٹی	"
۲۰۶	"	" ظفر اللہ خان صاحب	"
۲۰۷	گلبرگ	" رشید احمد صاحب	دوم
۲۰۸	"	" چوہدری غلام دستگیر صاحب	اول
۲۰۹	"	" عبدالحکیم خان صاحب	"
۲۱۰	"	" حکیم محمد بخش صاحب	دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۲۱۱	کریم نگر	مکرم منظور الحسن صاحب قریشی	اوّل
۲۱۲	〃	〃 محمد دین صاحب	〃
۲۱۳	〃	〃 غلام غوث صاحب	دوم
۲۱۴	〃	〃 قاضی محمد شریف صاحب	اول
۲۱۵	غلام محمد آباد	〃 ڈاکٹر نثار احمد صاحب بنگوی	〃
۲۱۶	〃	〃 شیخ عبد القیوم صاحب	〃
۲۱۷	〃	〃 خورشید احمد خان صاحب	〃
۲۱۸	یمن آباد	〃 صوفی عبد العزیز صاحب	〃
۲۱۹	〃	〃 محمد نواز صاحب گوندل	دوم
۲۲۰	میاں گر کالونی	〃 ڈاکٹر بشیر احمد صاحب	〃
۲۲۱		〃 محمد اسمٰعیل صاحب	〃
۲۲۲	منصور آباد	〃 تاج محمد صاحب	〃
۲۲۳	رضا آباد فیکٹری ایریا	〃 شیخ نذیر احمد صاحب	〃
۲۲۴	〃	〃 بشیر احمد صاحب	〃
۲۲۵	〃	〃 سردار محمد صاحب	〃
۲۲۶	〃	〃 سید حکیم شاہ صاحب	〃
۲۲۷	کینال کالونی	〃 میاں غلام احمد صاحب	〃
۲۲۸	〃	〃 افتخار علی صاحب قریشی	〃
۲۲۹	〃	〃 صالح محمد صاحب	〃
۲۳۰	〃	〃 ایم عیسٰے خان صاحب	〃
۲۳۱	〃	〃 سید عطا حسین شاہ صاحب	〃
۲۳۲	جناح کالونی	〃 شیخ عبد العزیز صاحب	〃
۲۳۳	〃	〃 محمد عبد اللہ صاحب قریشی	〃
۲۳۲	〃	〃 شیخ عبد اللطیف صاحب	〃
۲۳۴	طارق آباد	〃 محمد سلیم صاحب	دوم
۲۳۵	راولپنڈی	〃 بشیر احمد صاحب بھٹی	اول
۲۳۶	〃	〃 احمد خان صاحب ایاز	〃
۲۳۷	〃	〃 عبد القادر صاحب	〃
۲۳۸	〃	〃 قریشی محمد اسلم صاحب	〃
۲۳۹	〃	〃 قاضی محمد نذیر صاحب	〃
۲۴۰	〃	〃 محمد نصیب صاحب عارف	〃
۲۴۱	دار الرحمت وسطی	مکرم محمد یوسف صاحب فرلقی	اول
۲۴۲	〃	〃 فتح محمد صاحب	〃
۲۴۳	گھٹمنڈو	〃 عبد الغفور صاحب	〃
۲۴۴	کرشن نگر لاہور	〃 عبد الجلیل صاحب عشرت	〃
۲۴۵	کریم نگر فارم	مکرم مستری محمد الدین صاحب	〃
۲۴۶	میرپور خاص	〃 غلام حیدر خان صاحب	〃
۲۴۷	[illegible]	〃 محمد عبد اللہ صاحب	〃
۲۴۸	پشاور	〃 عبد الغفور صاحب	〃
۲۴۹	〃	〃 مبارک احمد صاحب	〃
۲۵۰	〃	〃 فضل الرحمٰن صاحب	〃
۲۵۱	〃	〃 چوہدری رکن الدین صاحب	〃
۲۵۲	〃	〃 خواجہ محمد شریف صاحب	〃
۲۵۳	دار الرحمت شرقی	〃 عبد الغفور صاحب	〃
۲۵۴	〃	〃 عبد القدیر صاحب	〃
۲۵۵	〃	〃 مرزا برکت علی صاحب	〃
۲۵۶	دار البرکات	〃 غلام مرتضےٰ صاحب پی سی آئی	〃
۲۵۷	〃	〃 عطاء اللہ خان صاحب	〃
۲۵۸	تعلیمی ادارہ جات	〃 غلام رسول صاحب	〃
۲۵۹	دار الرحمت	〃 محمود احمد صاحب	〃
۲۶۰	فیکٹری ایریا	〃 سید عبد المنان صاحب	〃
۲۶۱	〃	〃 ملک بشارت احمد صاحب	〃
۲۶۲	〃	〃 مبارک احمد صاحب بھٹی	〃
۲۶۳	دار الیمن	〃 ملک فضل احمد صاحب	〃
۲۶۴	فیکٹری ایریا	〃 شیخ خادم حسین صاحب	دوم
۲۶۵	〃	〃 سعد اللہ خان صاحب	اول
۲۶۶	〃	〃 غلام احمد صاحب بدوملہی	〃
۲۶۷	دار الرحمت شرقی	〃 ملک محمد احمد صاحب	〃
۲۶۸	پشاور	〃 صوفی رحیم بخش صاحب	〃
۲۶۹	〃	〃 عبد الکریم صاحب	〃
۲۷۰	〃	〃 ملک مبارک احمد صاحب	〃

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۲۷۱	پشاور چھاؤنی	مکرم ملک سعادت احمد صاحب	اوّل
۲۷۱ A	"	" خورشید عالم صاحب بٹ	"
۲۷۲	چک ۶۹ R.B گھسیٹ پورہ	" قریشی محمد خورشید صاحب	"
۲۷۳	"	" سلطان احمد صاحب	دوم
۲۷۴		" محمد طفیل صاحب	اوّل
۲۷۵	"	" ماسٹر محمد شفیع صاحب	
		بی اے بی ایڈ	"
۲۷۶	"	" ایم عبدالمجید صاحب	"
۲۷۶ A	"	" رحمت اللہ صاحب	دوم
۲۷۷	گنج مغلپورہ	" بشیر احمد صاحب گورایا	اول
۲۷۸	قلعہ گوجر سنگھ	" عصمت اللہ صاحب	"
۲۷۹	گنج مغل پورہ	" چوہدری غلام رسول صاحب	"
۲۸۰	"	" غلام حیدر صاحب	"
۲۸۱	نسبت روڈ لاہور	" ڈاکٹر عبدالواحد خان صاحب	"
۲۸۲	ایبٹ روڈ "	" چوہدری عنایت اللہ صاحب	دوم
		حصاری	
۲۸۳	مال روڈ "	مکرم محمد اشرف صاحب	"
۲۸۴	نوشہرہ چھاؤنی	" مرزا عبدالحفیظ صاحب	اوّل
		ایڈووکیٹ	
۲۸۵	"	" عبدالقیوم صاحب	دوم
۲۸۶	وحدت کالونی لاہور	" عبدالرشید صاحب	اول
۲۸۷	"	" ولی محمد صاحب وینس	"
۲۸۸	"	" چوہدری انور علی صاحب	دوم

معیار دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۲۸۹	ناظم آباد کراچی	مکرم مولوی صدر الدین صاحب کھوکھر	اول
۲۹۰	"	مکرم ملک الطاف الرحمٰن صاحب	"
۲۹۱	"	" سید محمد سعید شاہ صاحب	دوم
۲۹۲	"	" " محمد عالم شاہ صاحب	"

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۲۹۳	کراچی ناظم آباد	مکرم میر محمد حسین صاحب	اوّل
۲۹۴	"	" حضرت گل صاحب	"
۲۹۵	" صدر	" مرزا جہانگیر بیگ صاحب	"
۲۹۶	لیاقت آباد کراچی	" چوہدری فضل الرحمٰن صاحب	دوم
۲۹۷	منوڑہ	" جی ایم وائی پٹیل صاحب	اوّل
۲۹۸	ترگڑی گوجرانوالہ	" اللہ دتہ صاحب قریشی	"
۲۹۹	"	" ملک عبدالکریم صاحب	دوم
۳۰۰	"	" فرزند علی صاحب	"
۳۰۱	"	" رحیم بخش صاحب	"
۳۰۲	"	" اللہ بخش صاحب	"
۳۰۳	"	" سخی محمد صاحب	"
۳۰۴	"	" غلام حسین صاحب	"
۳۰۵	گرمولا ورکاں "	" میاں ہدایت اللہ صاحب	"
۳۰۶	"	" شیعن علی صاحب	"
۳۰۷	"	" غلام محمد صاحب	"
۳۰۸	"	" سیٹھ محمد دین صاحب	"
۳۰۹	"	" نیک محمد صاحب	"
۳۱۰	"	" خواجہ عبدالسبحان صاحب	"
۳۱۱	"	" غلام حسین صاحب	"
۳۱۲	"	" مصاحب علی صاحب	"
۳۱۳	"	" جمال دین صاحب	"
۳۱۴	"	" جمال الدین صاحب	دوم
۳۱۵	"	" فیروز الدین صاحب	اول
۳۱۶	"	" فقیر محمد صاحب	دوم
۳۱۷	"	" حسن محمد صاحب	اوّل
۳۱۸	"	" ٹھیکیدار نور محمد صاحب	دوم
۳۱۹	"	" غلام احمد صاحب	"
۳۲۰	"	" محمد لطیف صاحب	اوّل

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۳۲۱	گرمولہ ورکاں گجرانوالہ	مکرم میر ولی صاحب	اوّل
۳۲۲	"	حسن محمد ولد عطا محمد صاحب	دوم
۳۲۳		" محمد حسین ولد جمال دین صاحب	"
۳۲۴	کوٹشہ	" عبدالسلام صاحب	اوّل
۳۲۵	"	" اللہ دتہ صاحب ڈار	دوم
۳۲۶	"	" مرزا عبدالرشید صاحب	"
۳۲۷	دوالمیال	" امیر علی صاحب	"
۳۲۸	"	" لال خاں صاحب	اول
۳۲۹		" نائب صوبیدار	
۳۳۰	"	ملک خاں صاحب	"
۳۳۱		" ملک حبیب خان صاحب	"
۳۳۲	جھنگ صدر	" مکرم میاں شریف احمد صاحب	"
۳۳۳	کنری تھرپارکر	" چوہدری اکبر علی صاحب صحابی	"
۳۳۴		" " اللہ بخش صاحب	"
۳۳۵		" ڈاکٹر عبدالقادر صاحب	"
۳۳۶	"	" سید عمر شاہ صاحب	"
۳۳۷	نارنگ منڈی	" شیخ فیض الرحمٰن صاحب	"
۳۳۸	(شیخوپورہ)	" " مسعود الرحمٰن صاحب	"
۳۳۹	قمر آباد	" نبی بخش صاحب	"
۳۴۰	(نواب شاہ)	" قمر دین صاحب	"
۳۴۱	"	" فضل دین صاحب	"
۳۴۲	"	" علم دین صاحب	"
۳۴۳	"	" چوہدری علی احمد صاحب	"
۳۴۴	"	" غلام رسول صاحب بھٹی	دوم
۳۴۵	"	" قریشی دین محمد صاحب انصاری	اوّل
۳۴۶	کاچیلو تھرپارکر	" اعجاز احمد صاحب ایاز	"
۳۴۷	"	" عبدالعزیز صاحب	"
۳۴۸	"	" میاں فضل دین صاحب	دوم
۳۴۹	چک ۴۹ [illegible] گھسیٹ پورہ	" چوہدری صادق علی صاحب	اوّل

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۳۵۰	چک ۴۹ آر بی	مکرم میاں [illegible] دین صاحب	اوّل
۳۵۱	گھسیٹ پورہ	" چوہدری سردار محمد صاحب	دوم
۳۵۲	"	" محمد رمضان صاحب حجام	دوم
۲۵۳	"	" مولوی غلام محمد صاحب	اوّل
۲۵۴	"	" چوہدری غلام رسول صاحب	دوم
۳۵۵	"	" سردار محمد صاحب بٹ	"
۳۵۶	"	" محمد صدیق صاحب	اوّل
۳۵۷	"	" مولوی خدا بخش صاحب	"
۳۵۸	"	" چوہدری قائم دین صاحب	"
۲۵۹	"	" حاجی عبدالحمید صاحب	دوم
۳۶۰	"	" میاں احمد علی صاحب	اوّل
۳۶۱	"	" فضل دین صاحب	"
۳۶۲	"	" علم دین صاحب	دوم
۳۶۳	مسجد فضل	" شیخ غلام محمد صاحب	"
۳۶۴	لائل پور	" غلام قادر صاحب	"
۳۶۵	"	" ملک عبدالمجید صاحب	"
۳۶۶	"	" جمال الدین صاحب	دوم
۳۶۷		" نظام الدین صاحب	"
۳۶۸	"	" شیخ ارشاد احمد صاحب	اوّل
۳۶۹	"	" میاں سعید احمد صاحب	"
۳۷۰	"	" محمد صادق صاحب	دوم
۳۷۱		" غلام مرتضیٰ صاحب	"
۳۷۲	پیپلز کالونی	" شیخ رشید احمد صاحب	"
۳۷۳	لائلپور	" عبدالمجید صاحب انبالوی	اوّل
۳۷۴	"	" چوہدری عبدالخالق صاحب	دوم
۳۷۵	"	" محمد لطیف صاحب	اوّل
۳۷۶	بٹالہ کالونی	" چوہدری محمد دین صاحب	دوم
۳۷۷	لائلپور	" " عبدالغنی صاحب	اوّل
۳۷۸		" شیخ عبدالحق صاحب	"
۳۷۹	سمن آباد "	" ظہور دین صاحب	دوم

نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن	نمبر شمار	نام مجلس	نام امتحان دہندگان	ڈویژن
۳۸۰	سمن آباد لائلپور	مکرم صوفی عبدالکریم صاحب	دوم		گلبرگ	مکرم ملک محمود احمد صاحب	دوم
۳۸۱	"	" محمد صادق صاحب	"		"	" چوہدری جان محمد صاحب	"
۳۸۲	فیکٹری ایریا	" مرزا شہاب الدین صاحب	"		"	" حبیب اللہ صاحب	"
۳۸۳	"	" حاجی مختار احمد صاحب	"		طارق آباد	" محمد یعقوب صاحب	اوّل
۳۸۴	"	" محمد خورشید صاحب	"		جمال	" وریام الدین صاحب	"
۳۸۵	"	" غلام محمد صاحب	اوّل		"	" حکیم خیر دین صاحب	دوم
۳۸۶	غلام محمد آباد	" صدیق احمد صاحب	"		"	" محمد اسلم صاحب	"
۳۸۷	"	" قریشی عبدالرحمٰن صاحب	"		رضا آباد	" شیخ عبدالرحیم صاحب	"
۳۸۸	غلام محمد آباد	" مشتاق احمد صاحب	"		"	" فضل احمد صاحب	"
۳۸۹	"	" غلام محمد صاحب	"				
۳۹۰	جناح کالونی	" شیخ عبدالرحمٰن صاحب	دوم		"	" شیخ محمد بشیر صاحب	اوّل
۳۹۱	"	" مرزا نذیر احمد صاحب	"		کھنڈو	" حافظ رضا محمد صاحب	"
۳۹۲	"	" شیخ محمد عبداللہ صاحب	"		قیصر آباد	" غلام علی صاحب	"
۳۹۳	"	" شیخ فضل حسین صاحب	"		نواب شاہ	" حاجی کریم بخش صاحب	"
۳۹۴	"	" " فضل احمد صاحب	"			" دل محمد صاحب	"
۳۹۵	منصور آباد	" ملک عبدالقادر صاحب	اوّل		حیدر آباد	" چوہدری سردار خان صاحب	"
۳۹۶	"	" فضل حق صاحب	"		"	" چراغ دین صاحب	"
۳۹۷	"	" غلام علی صاحب	دوم		چٹاگانگ	" چوہدری عزیز الرحمٰن صاحب	"
۳۹۸	"	" شریف احمد صاحب			"	" محمد یعقوب صاحب	دوم
۳۹۹	"	" مستری قمر الدین صاحب	"			" سید عبدالستار صاحب	"
۴۰۰	ڈی ٹائپ	" محمد رمضان صاحب	اوّل			" منشی رحیم اللہ صاحب	"
۴۰۱	"	" علی بخش صاحب	دوم			" لطف الحق صاحب	"
۴۰۲	کریم نگر	" شیخ سراج دین صاحب	اوّل			" عبدالرحیم یونس صاحب	"
۴۰۳	"	" " اللہ بخش صاحب	دوم			" غلام احمد صاحب	دوم
۴۰۴		" غلام حسین صاحب	اوّل				
۴۰۵	کینال کالونی	" سید مبارک علی شاہ صاحب	"				
۴۰۶	گلبرگ	" حاجی محمد منشی صاحب	دوم				
۴۰۷		" مستری عبدالرحیم صاحب	"				

حبیب اللہ خان قائد تعلیم
مجلس انصار اللہ مرکزیہ

(مؤرخہ [illegible])

سچی توبہ سے اللہ تعالیٰ پہلے گناہ بخش دیتا ہے

ایسے شخص پر وہ رجوع بہ رحمت ہوتا ہے اور اپنا فضل نازل کرتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے گناہ بخش دیتا ہے - پھر بندے کا نیا حساب چلتا ہے - اگر انسان کا کوئی ذرا سا بھی گناہ کرے تو وہ ساری عمر اس کا کینہ اور دشمنی رکھتا ہے اور گو زبانی معاف کر دینے کا بھی اقرار کرے پھر بھی جب ایسے موقع ملتا ہے تو اپنے اس کینہ اور عداوت کا اس سے اظہار کرتا ہے - یہ خداتعالیٰ ہی ہے کہ جب بندہ سچے دل سے اس کی طرف آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا اور رجوع بہ رحمت فرماتا ہے اپنا فضل اس پر نازل کرتا ہے اور اس گناہ کی سزا کو معاف کر دیتا ہے - اس لئے تم بھی اب (یہاں سے) ایسے ہو کر جاؤ کہ تم وہ ہو جاؤ جو پہلے نہ تھے - نماز سنوار کر پڑھو - خدا جو یہاں ہے وہاں بھی ہے - پس ایسا نہ ہو کہ جب تک تم یہاں ہو تمہارے دلوں میں رقت اور خدا کا خوف ہو اور پھر جب اپنے گھروں میں جاؤ تو بےخوف اور نڈر ہو جاؤ - نہیں ، بلکہ خدا کا خوف تمہیں ہر وقت رہنا چاہیئے - ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو کہ اس سے خداتعالیٰ راضی ہوگا یا ناراض -

نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے ، خداتعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ ہے . . . خدا تعالیٰ کی حضوری ہے - لیکن خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے اور اس سے اپنے گناہوں کے معاف کرانے کی مرکب صورت کا نام نماز ہے - اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی جو اس غرض اور مقصد کو مد نظر رکھ کر نماز نہیں پڑھتا - پس نماز بہت ہی اچھی طرح پڑھو - کھڑے ہو تو ایسے طریق سے کہ تمہاری صورت صاف بتاوے کہ تم خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں دست بستہ کھڑے ہو اور جھکو تو ایسے جس سے صاف معلوم ہو کہ تمہارا دل جھکتا ہے - اور سجدہ کرو تو اس آدمی کی طرح جس کا دل ڈرتا ہے - اور نمازوں میں اپنے دین اور دنیا کے لئے دعا کرو -''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۴۷ ، ۲۴۸)

طابع نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا